تحریک جدید کے مقاصد اور ان کی اہمیت

از
سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مباہلہ کے چیلنج کے مقابلہ میں احرار کی قبیح حرکات تحریکِ جدید کی اہمیت اور وہ بنیادی اصول جو اس تحریک کے اندر کام کر رہے ہیں

(تقریر فرمودہ ۲۶۔ دسمبر ۱۹۳۵ء برموقع جلسہ سالانہ قادیان)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ توبہ کا ساتواں رکوع پڑھا اور پھر فرمایا:۔

رمضان کا آخری عشرہ ہونے کی وجہ سے قدرتی طور پر وہ طاقت جو گلے میں شروع رمضان میں ہوسکتی ہے' آج کل نہیں ہوسکتی اور اس لئے شاید بغیر لاؤڈ سپیکر کے میرے لئے یہ مشکل ہوتا کہ میں تمام دوستوں تک اپنی آواز پہنچا سکوں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس اشاعت کے زمانہ میں یہ نئی نعمت جو ہمارے لئے پیدا کر دی ہے' میں امید کرتا ہوں کہ اس کے ذریعہ باوجود اس بات کے کہ میری آواز بہت بھرائی ہوئی ہے پھر بھی تمام دوستوں تک پہنچ جائے گی۔

سب سے پہلے تو میں چند دوستوں کی طرف سے اس موقع پر جو پیغامات آئے ہیں اور جن میں انہوں نے آپ لوگوں کو یہاں آنے پر مبارکباد دیتے ہوئے اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ کہا اور دعا کی درخواست کی ہے' سنائے دیتا ہوں۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کا حیدرآباد سے پیغام آیا ہے' سیٹھ اسماعیل صاحب آدم کا بمبئی سے پیغام آیا ہے' نیروبی سے بہت سے دوستوں نے جماعت کے دوستوں کو یہاں آنے پر مبارکباد دی اور اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ کہتے ہوئے دعا کی درخواست کی ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔

سید محمود اللہ شاہ صاحب' عبدالرحمٰن صاحب' محمد اشرف صاحب' بشیر احمد صاحب' ڈاکٹر عمر دین صاحب' چودھری نثار محمد صاحب' شیر محمد صاحب' عثمان یعقوب صاحب'

قاضی عبدالسلام صاحب، اور ان کے خاندان کے افراد۔ محمد اکرم صاحب، ڈاکٹر احمدی صاحب جن کا اصل نام عبداللہ ہے مگر وہ ہمیشہ اپنے آپ کو ڈاکٹر احمدی کہتے اور لکھتے ہیں، محمد بشیر خان صاحب، غلام فرید صاحب، سلام علی صاحب، راج بیگم صاحبہ، عائشہ صاحبہ، غلام محمد صاحب، فقیر محمد صاحب، احمد دین صاحب، مبارک احمد صاحب، ملک احمد حسن صاحب اور ملک عبدالعزیز صاحب، اسی طرح کوٹری سے سید بشیر مبارک تار دیتے ہیں کہ ان کیلئے دعا کی جائے، محمد رفیق صاحب کلکتہ سے جلسہ میں شامل ہونے پر سب دوستوں کو مبارکباد دیتے اور اپنی عدمِ شمولیت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی درخواست کرتے ہیں، شیخ عبدالحکیم صاحب نئی دہلی سے دعا کی درخواست کرتے ہیں، ان کی صحت کچھ کمزور رہتی ہے، یوگنڈا کی جماعت تار دیتی ہے کہ اوّل تو ہماری طرف سے جلسہ اور عید کی مبارکباد دی جائے، اور پھر ہماری طرف سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتے ہوئے دعا کی درخواست کی جائے، ان دوستوں کے نام یہ ہیں۔ ڈاکٹر لعل الدین صاحب، نصراللہ خان صاحب، محمد امین صاحب، نذر احمد صاحب، محمد حسین صاحب، عبدالحی صاحب، ابراہیم صاحب، احمد الدین صاحب، محمد شریف صاحب، فیض محمد صاحب، عبدالکریم صاحب، اسحاق صاحب، عبدالشکور صاحب، سکھے سے محمد فضل کریم صاحب تار دیتے ہیں کہ وہ کچھ بیمار ہیں، ان کیلئے دعا کی جائے اور سب کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتے ہیں، شجاعت علی صاحب ناسک علاقہ بمبئی سے تمام دوستوں کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتے اور دعا کی درخواست کرتے ہیں، عبدالعزیز صاحب احمد آباد سے دعا کیلئے تار دیتے ہیں۔ محمد نظیر صاحب شاہ جہان پور سے بذریعہ تار درخواستِ دعا کرتے ہیں۔ ابراہیم صاحب نودپور بمبئی سے تار دیتے ہیں کہ ان کی ترقیٔ مدارج کیلئے دعا کی جائے نیز ان کے کاموں کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے، اس کے ازالہ کیلئے بھی دعا کی جائے اسی طرح معظم بیگ صاحب گلگت سے اپنی بیوی کی صحت اور مشکلات کے رفع کیلئے درخواستِ دعا کرتے ہیں۔

مَیں نے گزشتہ جلسہ میں بیان کیا تھا کہ میرے اعلان اور سفارشیں کرنے کے متعلق دوست مجھے جلسہ سالانہ کے موقع پر تحریک کیا کرتے ہیں اور چونکہ اس قسم کے اعلان بہت سا وقت لے لیتے ہیں علاوہ ازیں یہ ایک ایسی رسم ہوتی جاتی ہے جس کے متعلق مستقبل کو مدنظر رکھتے ہوئے احتیاط کرنی چاہئے اس لئے آئندہ مَیں اس قسم کے اعلان کرنے میں بہت احتیاط کروں گا اور کوشش کروں گا کہ مجمل سفارش بھی ترک کردوں مگر پھر بھی بعض باتیں ایسی پیدا ہو

جاتی ہیں جن کے متعلق مجبوراً اعلان کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے ایک دوست مولوی غلام حسن صاحب جھنگ کے رہنے والے ہیں اور وہاں کی جماعت کے امام ہیں ان کی مالی حالت بہت کمزور ہے وہ سلسلہ کی اکثر خدمت کرتے رہتے ہیں۔ان کا مکان بھی جماعت کے کام آتا ہے کیونکہ مسجد کے ساتھ وہی ایک مکان ہے مگر مالی حالت کی کمزوری کی وجہ سے خدشہ ہے کہ وہ مکان ان کے قبضہ سے نکل جائے اور قرض خواہوں کے پاس چلا جائے اور احمدیہ مسجد کی آبادی مشکل ہو جائے۔ وہ کھیسوں کی تجارت کیا کرتے ہیں۔ کھیس ہمارے ملک میں عام طور پر بستر کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اور بجائے چادروں یا دوتہیوں کے بہت سے لوگ بستر پر کھیس بچھایا کرتے ہیں۔ جن دوستوں کو کھیسوں کی ضرورت ہو میں چاہتا ہوں کہ ان سے خریدیں۔ ان کی ضرورت بھی پوری ہو جائے گی اور پھر چیز بھی اچھی ملے گی کیونکہ جھنگ کھیسوں کیلئے مشہور ہے۔

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی کتاب ''بیاضِ نورالدین'' طب کی ایک نہایت ہی اعلیٰ کتاب ہے۔ گو وہ ایسی طرز پر لکھی ہوئی ہے جیسے سمندر ہوتا ہے کہ جس میں غوطہ لگا کر ہی انسان موتی نکال سکتا ہے۔ مگر بلحاظ مطالب وہ نہایت ہی مفید کتاب ہے اور اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے بہت سے ایسے نُسخے ہیں جو آپ کی عمر بھر کے تجربہ سے صحیح اور مفید ثابت ہوئے ہیں۔ اطبّاء اس کتاب سے بہت زیادہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور جو طبیب نہیں وہ بھی عام معالجات میں جن میں کسی ڈاکٹر یا حکیم کی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی یا جہاں ڈاکٹروں اور حکیموں کا میسر آنا مشکل ہو اُس سے بہت کچھ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ ''بیاضِ نورالدین'' دو چھپی ہیں ایک حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے بچوں کی طرف سے مگر ابھی اس کی ایک ہی جلد شائع ہوئی ہے دوسری جلد چھپنی باقی ہے، اس کی چھپوائی میں زیادہ صفائی سے کام لیا گیا ہے۔ اور دوسری مکمل بیاض مفتی فضل الرحمٰن صاحب کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ مفتی فضل الرحمٰن صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے خود بیاض لکھوائی تھی بیسیوں دفعہ بلکہ اس سے بھی زیادہ میں نے اپنی موجودگی میں حضرت خلیفہ اوّل کو یہ بیاض اُنہیں لکھواتے دیکھا۔ گو اس کے چَھپنے میں بعض غلطیاں رہ گئی ہیں مگر اس میں جو نسخے ہیں وہ حضرت خلیفہ اوّل کے ہی ہیں اور آپ نے ہی اس کتاب میں لکھوائے۔ انہوں نے یہ بیاض مکمل چھپوائی ہے۔ مگر کہتے ہیں کہ میں نے قرض لے کر اس کتاب کو چھپوایا تھا جو فروخت نہ ہونے کی وجہ سے اب تک چلا آ رہا ہے۔ طبّ ایسی

چیز ہے کہ ہر ایک کے کام آتی ہے اور کوئی ایسا فرد نہیں جسے اس کی ضرورت نہ پڑتی ہو۔ جو لوگ پڑھے لکھے ہیں انہیں چاہئے کہ یہ کتاب اپنے پاس رکھیں اور جہاں ڈاکٹروں یا حکیموں سے خاص طور پر مشورہ لینے کی ضرورت نہ ہو، وہاں اس سے فائدہ اٹھائیں۔ علاوہ ازیں جو دوست طبّ سے دلچسپی رکھتے ہیں اگر وہ بھی اس کتاب کو خرید لیں تو یقیناً یہ کتاب ان کے لئے مفید ہوگی اور مفتی صاحب کی مدد کی صورت بھی ہو جائے گی۔

ایک اعلان مَیں بُک ڈپو کی طرف سے کرنا چاہتا ہوں۔ پچھلے دو سالوں میں مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کے متعلق تقریر کی تھی اور نظارت تالیف وتصنیف کو ہدایت کی تھی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کو ایک جگہ جمع کر دے۔ یہ الہامات گو ایک صاحب کی طرف سے جو بعد میں غیر مبائعین میں شامل ہو گئے جمع تھے اور انہوں نے بڑی محنت سے کام کیا تھا اور باوجود اس کے کہ وہ ہمارے مخالف ہیں میں سمجھتا ہوں ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ ہم ان کے کام کی داد دیں کیونکہ انہوں نے بڑی ہمت سے کام لیا اور ایسے وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کو جمع کیا جب دوسروں کو اس کا خیال نہیں تھا۔ انہوں نے یہ کام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے عہد میں کیا تھا مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ کتاب ختم ہوگئی۔ وہ الہامات کا مجموعہ میں نے نظارت تصنیف کی معرفت اب یہاں جمع کروایا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے تیار ہو گیا ہے اور سات سَو صفحات کے قریب اس کا حجم ہے اور پہلے مجموعہ الہامات سے بہت زیادہ مکمل ہے۔ دوستوں کو چاہئے کہ یہ کتاب ضرور خریدیں۔

اسی سلسلہ میں مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ناظر صاحب تعلیم وتربیت کی طرف سے میں نے اخبار میں ایک اعلان دیکھا ہے جس میں انہوں نے کسی میری تقریر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے کہا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کے مجموعہ کی بِالالتزام تلاوت کی جائے۔ میں سمجھتا ہوں تلاوت کا لفظ قرآن کریم کیلئے ایسا مخصوص ہو چکا ہے کہ کسی اور کتاب کیلئے اس لفظ کا استعمال بہت سی غلط فہمیاں پیدا کرنے کا موجب ہوسکتا ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم ایسے الفاظ استعمال نہ کریں جس سے مفہوم بھی ادا ہو جائے اور غلط فہمی بھی پیدا نہ ہو۔ تلاوت کا لفظ بھی ویسا ہی کام دے سکتا ہے جیسے مطالعہ کا لفظ اور چونکہ انسان نے آنکھوں سے دیکھ کر کسی کتاب کو پڑھنا ہوتا ہے اور آنکھوں سے کام لے کر ہی قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے اس لئے تلاوت کی بجائے ہمیں مطالعہ کا لفظ استعمال کرنا چاہئے تا کسی قسم کی

غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور آپ کو جو رؤیا و کشوف ہوئے، وہ جماعت کے آئندہ پروگرام کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان میں قرآن اور حدیث کی اعلیٰ درجہ کی تفسیر بھی ہے اس لئے اپنے ایمانوں کے ازدیاد اور قرآن کریم کی تفہیم کے لئے ان کا مطالعہ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ دیکھو کس طرح احرار کے فتنہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک لمبا عرصہ قبل وضاحت کے ساتھ خبر دی گئی تھی اور بتایا گیا تھا کہ حکومت اس امر کا یقین کر لینے کے بعد کہ جماعت احمدیہ فتنوں اور فسادوں سے ہمیشہ بچتی ہے، ایک شخص کی کوشش سے اس وہم میں مبتلا ہو جائے گی کہ شاید یہ جماعت اپنی حکومت قائم کر رہی ہے اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قائم کردہ سلسلہ اور حکومت میں جُدائی ہو جائے گی۔ پھر دوبارہ وہی شخص احمدیوں کو مسلمانوں کی نگاہ میں ذلیل کرنے کیلئے حملہ کرے گا لیکن حالات ایسے پیدا ہو جائیں گے کہ وہ حملہ قانونی جُرم بن جائے گا اور جب اسے گرفتار کیا جائے گا تو عدالت اُسے جاتے ہی چار ماہ کی قید کی سزا دے دے گی جیسا کہ مَیں اپنے ایک اشتہار میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہوں۔ مگر اس قسم کی باتیں تبھی نظر آتی ہیں جب انسان الہامات کا مطالعہ رکھے۔ ورنہ اگر ہم الہامات کا مطالعہ نہ کریں اور آج کوئی پیشگوئی پوری ہو جائے تو ہمیں کس طرح معلوم ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی پوری ہوئی ہے اور اگر سَو سال کے بعد لوگوں کو پتہ لگے اور اُس وقت جماعت اسے پیش کرے تو اُس وقت کے لوگ گالیاں ہی دیں گے کہ یہ عجیب لوگ تھے ان کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی مگر انہیں پتہ تک نہ لگا اور اب عرصہ کے بعد انہیں ہوش آیا ہے۔ تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان پیشگوئیوں کو اپنے مدنظر رکھیں جس کا طریق یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کو ہمیشہ زیرِ مطالعہ رکھا جائے تا جب کوئی پیشگوئی پوری ہو تو ہمیں الہامات یا رؤیا و کشوف یاد آجائیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کے مطالعہ سے قرآن کریم کا فہم پیدا ہوتا اور اس کے معارف سے واقفیت ہوتی ہے اس لئے دوستوں کو چاہئے کہ ان میں سے جس جس کو توفیق ہو وہ یہ کتاب ضرور خریدے اور اس کا مطالعہ رکھے تا اسے قرآن مجید اور حدیث کی سمجھ بھی آئے اور جماعت کا وہ پروگرام بھی مدنظر رہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے

تجویز کیا ہے اور جب میں یہ کہتا ہوں کہ دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کا مطالعہ رکھیں تا انہیں قرآن کریم کی سمجھ آئے، تو میرا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا اس سے بھی زیادہ مطالعہ کیا جائے اور اس سے بھی زیادہ اس پر غور اور تدبر کیا جائے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور آپ کی احادیث بھی ایک قابلِ قدر چیز ہیں اور اعلیٰ درجہ کی تفسیر اپنے اندر رکھتی ہیں۔ مگر چونکہ ان احادیث کی ترتیب و تدوین اور انہیں ہم تک پہنچانے میں انسانی ہاتھوں کا دخل ہے اس لئے احادیث اس صفائی کے ساتھ ہمارے پاس نہیں پہنچیں جس صفائی کے ساتھ قرآن کریم پہنچا ہے اور قرآن کریم کے بعد جس چیز کے متعلق ہم قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ وہ سچی ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات ہی ہیں۔ پس قرآن کریم اور احادیث کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کا بھی مطالعہ کیا جائے۔ پہلے تمام کتاب کو بالاستیعاب پڑھ جائیں اور پھر کبھی کبھی مطالعہ کرتے رہیں تا ذہن میں الہامات کے مضامین تازہ رہیں۔ پھر علاوہ اس کتاب کے جس کا نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات کی بناء پر ''تذکرہ'' رکھا گیا ہے۔ دو میری کتابیں چھپوائی گئی ہیں جو ایک عرصہ سے نہیں ملتی تھیں۔ اب کی دفعہ ان کی قیمتیں بھی بہت کم رکھی گئی ہیں پہلے دو اور ڈیڑھ روپیہ ان کی قیمت تھی مگر اب گیارہ آنے اور نو آنے میں یہ کتابیں مل سکتی ہیں اس لئے جو دوست پہلے ان کتابوں کو نہیں خرید سکے وہ اب خرید لیں۔ ان میں سے ایک ''دعوۃ الامیر'' ہے جس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے غیر احمدیوں کیلئے تبلیغ کا بہت بڑا مصالحہ جمع ہے اور دوسری ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' ہے جس میں غیر مسلموں کیلئے تبلیغ کا بہت بڑا مصالحہ جمع ہے۔ یہ دونوں کتابیں اِس وقت کے حالات کے لحاظ سے ایک چھوٹی انسائیکلوپیڈیا ہیں جو بہت سے مطالب پر حاوی ہیں۔ غیروں پر تو ان کتابوں کا اتنا اثر ہے کہ فرانس میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے ایک رسالہ میں اسلام پر ایک مضمون چھپا ہے جس کا نوے فیصدی حصہ ''احمدیت'' سے لیا گیا ہے اور درمیان میں حوالہ دے کر مضمون لکھنے والے نے لکھا ہے کہ میں نے اسلام کے متعلق بہت سی کتابیں پڑھی ہیں مگر جتنی کتابیں گزشتہ صدیوں میں اسلام کے متعلق لکھی گئی ہیں یہ کتاب ان سب سے زیادہ اچھی ہے۔ کوئی عیسائی ہے جس نے یہ مضمون لکھا، تو اسلام کے متعلق غیروں میں تبلیغ کرنے کیلئے یہ کتاب نہایت مفید ہے۔ اعلیٰ کاغذ پر جو کتاب چھپی ہے، اس کی قیمت گیارہ آنے اور معمولی کاغذ پر جو کتاب چھپی ہے، اس کی قیمت ۹ آنے ہے۔ یہ کتابیں اپنے گھروں میں رکھنے

اور لوگوں میں تقسیم کرنے کیلئے بہت مفید ثابت ہوسکتی ہیں۔

گزشتہ ایام میں جیسا کہ مَیں نے اعلان کرایا تھا، آج کل جو قرآن مجید کا درس مَیں دے رہا ہوں، اس کے متعلق میرا ارادہ ہے کہ وہ مکمل اخبار میں شائع ہوتا رہے۔ تا کہ وہ اس تفسیر کا قائم مقام ہو جو کتابی صورت میں بعد میں شائع کی جائے گی بلکہ بعض حالتوں میں اس کا فائدہ زیادہ ہوسکتا ہے کیونکہ درس میں آیت کا ٹکڑہ ٹکڑہ لے کر اس کی تفسیر کی جاتی ہے اور اس طرح تفصیل کے ساتھ وہ باتیں بیان ہو جاتی ہیں جو اگر کتاب کی صورت میں درس لکھا جائے تو اس قدر تفصیل سے انسان بہ خوفِ طوالت اجتناب کرتا ہے۔ الفضل میں اس کے متعلق اعلان ہوتا رہا ہے اور اس کے کچھ خریدار بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ جنوری سے یہ درس اِنْشَاءَ اللّٰہُ اخبار میں چھپنا شروع ہو جائے گا۔ چوہدری صادق علی صاحب ریٹائرڈ تحصیلدار جو ایک نہایت مخلص احمدی ہیں، اُنہیں میں نے اس بات پر مقرر کیا ہے کہ وہ اس کی ادارت کا فرض ادا کریں۔ دورانِ جنوری میں اِنْشَاءَ اللّٰہُ تعالیٰ اس درس کی پہلی اشاعت ہو گی۔ جو دوست اس کے خریدار بنیں گے انہیں ہفتہ میں ایک بار چار صفحہ کا ضمیمہ اخبار میں بھیجا جائے گا۔ چھ ماہ کے لئے اس ضمیمہ کی قیمت صرف تیرہ آنے رکھی گئی ہے جو کچھ زیادہ نہیں۔ جو دوست قرآن کریم کے سمجھنے اور اس کے معارف کو حاصل کرنے کی اپنے دل میں خواہش رکھتے ہوں، ان کے لئے یہ درس بہت کچھ مفید ہوسکتا ہے۔ پھر ''سٹار ہوزری ورکس'' کے متعلق میں سفارش کرتا ہوں۔ ''ہوزری'' کا کارخانہ جب جاری کیا گیا تھا تو جماعت کے روپیہ سے جاری کیا گیا تھا۔ پس یہ کارخانہ جماعت کے دوستوں کے روپیہ سے بنا ہے، کسی ایک کا کارخانہ نہیں اور جو چاہے اب بھی اس کے حِصص خرید سکتا ہے لیکن مَیں نے اُسی وقت اعلان کر دیا تھا کہ جب یہ کارخانہ جماعت کے روپیہ سے جاری ہو جائے گا تو تمام دوستوں کو چاہئے کہ کارخانہ جاری ہونے کے بعد اسی ''ہوزری'' کی تیار کردہ جرابیں خریدیں سوائے اس کے کہ ان کے ناپ کی جراب تیار نہ ہو۔ لیکن اگر ان کے ناپ کی جراب تیار ہو تو پھر ان کا فرض ہے کہ یہیں سے جرابیں خریدیں اور خواہ وہ دوسری جرابوں کے مقابلہ میں خراب دکھائی دیں پھر بھی یہی جرابیں پہنیں اور ان سے تعاون کریں۔ ترقی کرنے والی قومیں ہمیشہ اس قسم کی قربانیاں کیا کرتی ہیں۔ جاپان نے جب ابتداء میں جرابیں بھیجنی شروع کیں تو بہت کچھ ناقص تھیں۔ انسان آٹھ انچ کی جراب پہنتا تو اُتارتے وقت سولہ انچ کی ہو جاتی اور بعض دفعہ ڈھیلی ہو کر بوٹ میں آ جاتی۔ مجھے یاد ہے مَیں

نے ایک دفعہ جاپانی جراب پہنی۔ مسجد میں نماز کیلئے آیا تو معلوم ہوا وہ جراب گھسٹ کر بوٹ میں چلی گئی ہے لیکن آخر لوگ ان جرابوں کو پہنا ہی کرتے تھے۔

پس جب کوئی قوم ارادہ کر لے کہ اس نے دنیا میں ترقی کرنی ہے اور اپنی تیار کردہ چیز کو دنیا میں پھیلانا ہے تو ابتداء میں اسے قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ پس مَیں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ہوزری کی تیار کردہ جرابوں کے نقائص کی طرف ہر وقت نہ دیکھا کریں بلکہ انہیں خرید کر کارخانہ والوں کی حوصلہ افزائی کیا کریں۔ خود ان کے کام میں بھی نقائص ہیں مگر تجربہ سے آہستہ آہستہ دور ہو جائیں گے۔ ایک تاجر نے بتایا کہ اس نے بہت سی جرابوں کے متعلق آرڈر دیا مگر ان کا ایجنٹ پشاور کی طرف ہی پھرتا رہا اور اس نے چیزیں نہ بھجوائیں۔ اس قسم کے انتظامی نقائص ہو سکتے ہیں مگر ہوزری کی تیار کردہ بعض جرابیں اتنی مضبوط ہیں کہ مجھے خود حیرت ہے پچھلے سال میں نے اس جگہ سے گرم جرابیں لیں انگریزی گرم جراب اگر میرے پاؤں میں ہو تو عموماً ۹ دن کے بعد اس میں سوراخ ہو جاتا ہے مگر اس میں سولہ سترہ دن کے بعد سوراخ ہوا اور پھر مرمت کرنے کے بعد وہ بہت مدت تک چلی گئیں۔ گو اس دفعہ کا تجربہ میرا اچھا نہیں ہوا۔ اگرچہ درمیان میں ایک دوست میرے لئے تحفۃً جرابیں لے آئے اور وہ میں نے پہن لیں۔ مگر ہوزری کی ایک جراب پہنی تو اس جراب میں دوسرے ہی دن سوراخ ہو گیا۔ میں نے ان کو کہہ دیا ہے کہ اگر انہوں نے اس نقص کی اصلاح نہ کی تو پھر میں ان کی سوراخ والی جرابیں آئندہ سٹیج پر لٹکا دوں گا تاکہ ان کا اشتہار ہو جائے۔ مگر بعض دوستوں نے بتایا ہے کہ اتفاق سے آپ کو کوئی خراب جراب آ گئی ہوگی، ورنہ ایک دوست نے تو کہا میں حیران ہوا کرتا ہوں کہ ہوزری کی تیار کردہ جراب پھٹتی کیوں نہیں۔ تو ممکن ہے اتفاق سے مجھے کوئی خراب جراب ملی ہو اور اس قسم کا اتفاق کوئی ناممکن نہیں۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ انگلستان کی بنی ہوئی جرابیں ایسی ناقص نکلیں کہ چھ جرابوں میں ہفتہ عشرہ میں سوراخ ہو گئے۔ تو بعض دفعہ اتفاقاً رڈی مال آ جاتا ہے۔ بعض دفعہ تیزاب زیادہ پڑ جاتا ہے اور تاگے گل جاتے ہیں لیکن ایسا شاذ ہوتا ہے۔ پس اگر دوسرے دوست کی روایت صحیح ہے تو مجھے بہت خوشی ہے اور میں دوستوں سے کہتا ہوں کہ کارخانہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی مدد کی جائے۔ اگر ہمارا یہ ہوزری کا کارخانہ کامیاب ہو گیا تو میرا ارادہ ہے کہ ایک کپڑوں کا کارخانہ بھی یہاں جاری کیا جائے۔ پس مَیں دوستوں کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ ''سٹار ہوزری ورکس'' کے حصص خریدیں اور جب انہیں جرابیں منگوانی

ہوں تو وہ یہیں سے منگوائیں اور کامل فرمانبرداری یہی ہے کہ اسی کارخانہ کی جرابیں پہنیں۔ سوائے ایسی صورت کے جیسا کہ میں نے اپنے متعلق کہا ہے کہ ایک دوست میرے لئے تحفۃً جراب لے آئے تو میں نے پہن لی۔ وہ ایک نہایت ہی مخلص دوست ہیں اور ہمیشہ میرے لئے تحفہ لانے کے عادی ہیں اس لئے ان پر بھی افسوس ہے کہ انہیں کیوں یہ خیال نہ آیا کہ اگر انہوں نے تحفہ دینا تھا تو وہ یہاں سے جرابیں خرید کر تحفۃً پیش کر دیتے تا ان کی خواہش بھی پوری ہو جاتی اور میری خواہش بھی کہ آئندہ ہم ''سٹار ہوزری'' کی تیار کردہ جرابیں استعمال کیا کریں۔ وہ دوست حیدر آباد کے ہیں اور شاید فاصلہ کی زیادتی کی وجہ سے ہماری آواز ابھی تک حیدر آباد کی جماعت کے کانوں تک نہیں پہنچی۔

اس کے بعد مَیں موجودہ سال کے ایک نہایت ہی اہم واقعہ کی طرف جو مباہلہ کا ہے' احباب کو توجہ دلاتا ہوں۔ احرار کی طرف سے متواتر ہم پر یہ اعتراض کیا جا رہا ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کی نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ہتک کرتے ہیں۔ آپ کی تحقیر و تذلیل پر خوش ہوتے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ سے درجہ میں بلند سمجھتے ہیں اور یہ کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ہم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو بھی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں' یہاں تک کہ اگر ان مقدس مقامات کی اینٹ سے اینٹ بھی بج جائے تو ہمیں کوئی پروا نہیں۔ یہ بات جیسی جھوٹی اور بے بنیاد ہے' اس کو ہر احمدی کا دل ہی جانتا ہے۔ اور ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو اس کو محسوس نہ کرتا ہو۔ ہمیں گندی سے گندی گالیاں دی جاتی ہیں، بُرے سے بُرے نام رکھے جاتے ہیں' دل آزار سے دل آزار کلمات ہمارے متعلق استعمال کئے جاتے ہیں مگر ہمیں کبھی بھی ان الفاظ سے اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی ہمیں اس بات کے سننے سے ہوتی ہے کہ ہم نَعُوْذُ بِاللّٰہِ رسول کریم ﷺ کی ہتک کرتے ہیں اور خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بج جانے پر بھی خوش ہیں۔ غالبًا احرار نے یہ جانتے ہوئے ہی ہمارے متعلق یہ کہنا شروع کیا ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کی ہتک کرتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں دوسری گالیاں انہیں اتنا دکھ نہیں دیتیں جتنی یہ بات دکھ دیتی ہے اس لئے وہ ہمارے متعلق یہ اعتراض کر کے ہمیں انتہائی تکلیف اور دکھ دینا چاہتے ہیں لیکن دراصل اپنے اس عمل سے دشمن اقرار کر رہا ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے انتہا درجہ کی محبت رکھنے والے ہیں۔

یوں تو یہ اعتراض ایسا ہے کہ ہر احمدی اس کی تردید کا کُھلا ثبوت ہے لیکن جن غیر احمدیوں

اور غیر مسلموں کو بھی احمدیوں سے ملنے جلنے کا موقع ملتا ہے وہ بھی اس امر کو جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے یہ لیڈر کہلانے والے اوّل درجہ کے جھوٹے، دغا باز، مکّار، اور فریبی ہیں۔ اور جب وہ یہ اعتراض کرتے ہیں تو حقیقت کا نہیں بلکہ اپنے خُبثِ باطن کا ثبوت دیتے ہیں اور ہم پر الزام لگا کر رسول کریم ﷺ کی خود توہین کرتے اور آپ کو گالیاں دیتے ہیں کیونکہ جب کوئی شخص گالیاں نہ دے رہا ہو اور دوسرا کہے کہ یہ گالیاں دیتا ہے تو دراصل وہ اپنے منہ سے آپ گالیاں دیتا ہے۔ تو جہاں جہاں کے غیر احمدیوں یا غیر مسلموں کو جماعت احمدیہ کے افراد سے ملنے جُلنے کا موقع ملتا رہتا ہے وہاں کے غیر احمدی اور غیر مسلم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس جھوٹ کو شائع کرنے والے لوگ اوّل درجہ کے خبیث ہیں مگر جو احمدیوں سے نہیں ملتے یا بُغض میں انتہا تک پہنچ چکے ہیں وہ اس فریب میں آ سکتے ہیں کہ جماعت احمدیہ رسول کریمؐ کی نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ہتک کرتی ہے کیونکہ یہ باتیں کہنے والے ان کے مولوی ہیں اور آدمی عام طور پر حُسن ظنی سے کام لیتا ہے۔ اور جب وہ دیکھتا ہے کہ ایک جُبّہ پوش مولوی اُسے آ کر کوئی بات کہہ رہا ہے تو وہ اس کی بات کو بلا سوچے سمجھے تسلیم کر لیتا ہے۔

جب یہ اعتراض پھیلا اور فتنہ بڑھا تو میں نے فتنہ کو دُور کرنے کیلئے دو طریق پیش کئے۔

ایک یہ کہ چونکہ احمدی عام طور پر ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں سے ملتے رہتے ہیں اس لئے اگر یہ سمجھ بھی لیا جائے کہ مسلمانوں کے سامنے احمدی رسول کریم ﷺ کے متعلق جھوٹی محبت ظاہر کر دیتے اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے اپنی عقیدت کا اظہار کر دیتے ہیں، تو عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں کے سامنے انہیں اس قسم کی باتیں کہنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ انہیں تو احمدی کہتے ہونگے کہ ہم رسول کریم ﷺ سے محبت نہیں رکھتے اور نہ مکہ اور مدینہ کی اپنے دلوں میں کوئی عظمت سمجھتے ہیں۔ یا کم از کم غیروں کی خوشنودی کیلئے وہ غیر مسلموں کی ہاں میں ہاں ملاتے اور ان کی مجلس میں انہی جیسی باتیں کرتے ہونگے۔ پس میں نے کہا۔ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں میں سے وہ لوگ جو ہمارے ساتھ ملنے جلنے والے ہوں۔ سَو دوسَو چارسَو پانچ سَو یا ہزار لے لئے جائیں اور انہیں کہا جائے کہ وہ اپنے مذہب کی مقدس مذہبی کتاب ہاتھ میں لے کر مؤکّد بعذاب قسم کھا کر بتائیں کہ احمدی رسول کریم ﷺ کی عزت کرتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی احمدیوں کے دلوں میں عزت ہے یا ان مقامات کی اینٹ سے اینٹ بجنے پر وہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خوش ہیں۔ اگر وہ تمام

کے تمام یا ان کا بیشتر حصہ یہ گواہی دے کہ اس نے احمدیوں کو رسول کریم ﷺ کی عزت کرنے والا اور آپ کے نام کو دنیا میں بلند کرنے والا پایا تو اس قسم کے اعتراض کرنے والوں کو اپنے فعل پر شرمانا چاہئے۔ اور یہ جو میں نے اکثر کی شرط لگائی ہے' اس کی یہ وجہ ہے کہ ہر قوم میں سے بعض لوگ جھوٹ بولنے والے بھی ہوتے ہیں۔

دوسرا معیار میں نے یہ پیش کیا کہ وہ ہم سے مباہلہ کرلیں اور مباہلہ کی دعوت میں نے اس لئے دی کہ میں جانتا ہوں ہر معترض ان میں سے یقیناً یہ سمجھتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے متعلق یہ اعتراض کر کے وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں کبھی یہ تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں کہ سوائے پاگل اور مجنون کے کوئی اور شخص یہ کہہ سکے کہ احمدی رسول کریم ﷺ کی عزت نہیں کرتے۔

پاگل ممکن ہے اس قسم کا اعتراض کر دے مگر جو پاگل نہ ہو وہ ایک منٹ کیلئے بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ احمدی رسول کریم ﷺ کی توہین کرتے اور اس بات پر نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خوش ہیں کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بج جائے۔ مگر چونکہ احرار پاگل نہیں اس لئے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ پس میں نے کہا کہ وہ اس بارہ میں ہم سے مباہلہ کر لیں۔ اور اگر وہ مباہلہ پر تیار ہوں تو لاہور یا گورداسپور میں مباہلہ کر لیں۔ پانچ سَو یا ہزار کی تعداد وہ اپنے ساتھ لے آئیں۔ اور پانچ سَو یا ہزار ہم میں سے میدانِ مباہلہ میں نکل کھڑے ہونگے۔ لیکن میں نے کہہ دیا اس کیلئے ضروری ہے کہ فریقین آپس میں شرائط کا تصفیہ کرلیں اور تصفیہ شرائط کے پندرہ دن بعد مباہلہ ہو جائے۔ اس کے جواب میں احرار کی طرف سے پہلے تو یہ کیا جاتا رہا کہ ہر جمعہ کو یہاں اعلان کر دیتے کہ ہم مباہلہ کیلئے تیار ہیں لیکن آخر انہوں نے کہا کہ ہم مباہلہ کیلئے تو تیار ہیں مگر اس شرط پر کہ قادیان میں ہو۔ چنانچہ ان کے اخبار ''مجاہد'' نے صاف طور پر لکھا کہ:۔

''ہم مرزا محمود کو کوئی موقع نہیں دینگے کہ وہ مباہلہ سے پہلو تہی کر سکے۔ ہاں یہ ضرور ہوگا کہ مباہلہ قادیان میں ہو۔'' (اخبار ''مجاہد'' ۲/۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

مَیں نے جب دیکھا کہ وہ متواتر اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ مباہلہ قادیان میں ہو تو میں نے کہا اگر باقی شرائط کو تم منظور کرلو تو میں اس کو بھی منظور کرنے کیلئے تیار ہوں۔ میں ان کی اس شرط سے ہی سمجھتا تھا کہ دراصل وہ قادیان میں کانفرنس کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ خواہش رکھتے ہیں کہ شہید گنج کے موقع پر ''سول ڈس اُبیڈی انس'' (CIVIL DISOBEDIENCE) سے جو

انہوں نے انکار کیا اور کہا ہمیں ''سول ڈس اُبیڈی انس'' سے انکار نہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں اس میں فائدہ نہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ انہیں کونسلوں کی پڑی ہوئی تھی۔ اور اس طرح مسلمانوں کی نگاہوں میں ذلیل ہونے کے بعد وہ یہ چاہتے ہیں کہ اب قادیان آکر اور مسلمانوں کی توجہ کو اس طرف پھیر کر اپنے کھوئے ہوئے وقار کو پھر حاصل کریں۔ مگر چونکہ اس کے ساتھ ہی مجھے یقین تھا کہ وہ مباہلہ نہیں کریں گے اور شرطوں کے ہیر پھیر میں اس دعوت کو ٹال دیں گے، اس لئے میں نے ان کی اس شرط کو منظور کر لیا اور کہا وہ باقی شرائط طے کریں تو میں اس شرط کو منظور کرتا ہوں۔ مگر یہ اعلان شائع ہونے کے بعد جو کچھ میں نے ان کی طرف سے دیکھا اس کی مجھے یقیناً امید نہ تھی۔ مجھے یہ تو خیال تھا کہ وہ شرائط کے نام پر کوئی بہانہ بنا کر مباہلہ سے گریز کریں گے مگر یہ خیال نہیں تھا کہ وہ اپنی کانفرنس کے انعقاد کی تیاریاں شروع کر دیں گے۔ میں صرف اتنا سمجھتا تھا کہ وہ آئیں گے اور شرائط کے متعلق جھگڑا کر کے چلے جائیں گے مگر انہوں نے اس موقع سے ناجائز فائدہ اٹھا کر لوگوں میں اشتہارات تقسیم کرنے شروع کر دیئے کہ قادیان میں پہلے سے بھی زیادہ شاندار احرار کانفرنس منعقد ہوگی اور مباہلہ بھی ہوگا۔ لوگوں کو چاہئے کہ وہ نظارہ دیکھنے کیلئے بہت بڑی تعداد میں قادیان پہنچیں۔ لیکن ایک طرف تو انہوں نے کانفرنس کا اعلان کرنا شروع کر دیا اور دوسری طرف شرائط کی طرف سے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور کوئی ایک تحریر بھی انہوں نے اس سلسلہ میں ہمارے دفتر میں نہیں بھجوائی۔ انہیں متواتر بذریعہ تحریر توجہ دلائی گئی مگر کسی چٹھی کا جواب نہ آیا۔ آخر ایک دن مسٹر مظہر علی صاحب اظہر کا یکدم سیالکوٹ سے مجھے تار پہنچا کہ احرار کی طرف سے مباہلہ کی تاریخ ۲۳ نومبر مقرر کی گئی ہے۔ اس پر ہماری جماعت کے ایک سیکرٹری کی طرف سے انہیں پھر چٹھی لکھی گئی کہ پہلے شرائط طے کیجئے۔ بغیر شرائط کے کس طرح مباہلہ کی تاریخ مقرر کی جاسکتی ہے؟ مگر اس کا بھی کوئی جواب نہ دیا گیا اور صرف اخباروں میں اعلان ہوتا رہا کہ ہمیں سب شرائط منظور ہیں۔ حالانکہ شرائط اُسی وقت تفصیل کے ساتھ طے ہوسکتی تھیں جب فریقین کے نمائندے بیٹھتے اور آپس میں مل کر فیصلہ کرتے۔ اعلان میں تو موٹی موٹی باتیں بیان کی جاسکتی ہیں تفصیلات کس طرح بیان کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً میں نے شرط مقرر کی تھی کہ پانچ سَو یا ہزار آدمی احرار کی طرف سے مباہلہ میں شامل ہوں۔ اگر بالفرض انہوں نے اس شرط کو منظور کر لیا ہوتا تو ضروری تھا کہ ان پانچ سَو یا ہزار آدمی کے نام اور مکمل پتے ہمیں دیئے جاتے۔ ورنہ پانچ سَو یا ہزار آدمی مباہلہ کر کے چلے جاتے تو

ممکن تھا ان میں سے جو مرتا اس کے متعلق کہہ دیا جاتا کہ یہ مباہلہ میں شامل نہیں تھا۔ اس طرح جو مرتا جاتا وہ مباہلین سے نکلتا جاتا اور جو رہ جاتے ان کے متعلق کہہ دیا جاتا کہ یہ مباہلہ میں شامل تھے مگر مرے نہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی مباہلہ کا طریق ہے۔ اس طرح ممکن ہے ایک شخص کے متعلق مجھے بتایا جائے کہ یہ میاں عبداللہ ہیں بٹالہ کے رہنے والے ہیں اور یہ بھی مباہلہ میں شامل ہوتے ہیں حالانکہ اس کا نام عبداللہ نہ ہو بلکہ حمید اللہ ہو اور جب سال کے بعد نتیجہ دیکھنے کیلئے انسان تلاش کرے تو کہہ دیا جائے حمید اللہ مرا ہے' شامل تو عبداللہ ہوا تھا تو یہ ایسی حماقت کی بات ہے جسے کوئی تسلیم نہیں کرسکتا اور ہر عقلمند کو ماننا پڑتا ہے کہ شرائط کے طے کئے بغیر مباہلہ کرنا بیوقوفوں کا کام ہے۔ مگر ان کی تو یہ غرض ہی نہ تھی' ان کی غرض اگر تھی تو یہ کہ قادیان جمع ہونے کی صورت نکل آئے اور وقت پر مباہلہ سے انکار کرکے اپنی کانفرنس منعقد کرلی جائے۔ مثلاً اسی شرط کا جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے مظہر علی صاحب اظہر نے جو جواب دیا وہ یہ ہے کہ ہم قادیان پہنچ کر ایک دن پہلے مباہلین کی فہرست دے دیں گے حالانکہ اگر وہ ایک دن پہلے فہرست دیں تو مباہلین کی تحقیق کس طرح ہوسکتی ہے۔ ممکن ہے ایک شخص کے متعلق لکھا ہو کہ یہ گجرات کا رہنے والا ہے۔ مگر مجھے کیا پتہ ہوسکتا ہے کہ یہ گجرات کا ہے یا نہیں۔ اس کی مجھے تحقیق کرنی چاہئے اور اس صورت میں پندرہ بیس دن چاہئیں تا کہ گجرات کے دوستوں کو لکھ کر دریافت کیا جائے کہ آیا اس نام کا کوئی آدمی گجرات میں رہتا ہے یا نہیں اور آیا اس نے اپنا نام مباہلہ کیلئے دیا ہے یا کسی اور کو اس کے نام پر پیش کردیا گیا ہے۔

غرض ان تمام خدشات کے ازالہ کیلئے ضروری تھا کہ پندرہ بیس دن پہلے فہرستیں مل جاتیں تا ہم ہر شخص کے متعلق تحقیقات کرسکتے۔ اور پھر یہ بھی پتہ لگا لیتے کہ آیا وہ واقعی مباہلہ کیلئے تیار ہے یا نہیں۔ ممکن ہے ایک شخص کا یونہی نام لکھ دیا جائے حالانکہ وہ مباہلہ کیلئے تیار نہ ہو۔ یا ایک سے زیادہ کا نام خانہ پُری کے طور پر درج کردیا جائے مگر مباہلہ کے موقع پر وہ بھاگ جائیں اور اس طرح مقررہ تعداد میں کمی آجائے۔

غرض ضروری تھا کہ مباہلین کے پندرہ بیس دن پہلے نام ملیں اور ان کے متعلق یہ تحقیق کرلی جائے کہ وہ فرضی نام تو نہیں اور پھر مباہلین کی شکلیں پہچان لی جائیں۔ تا جب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو تو کسی قسم کا اشتباہ واقعہ نہ ہو۔ اس صورت میں ممکن تھا جس جس جگہ کے غیر احمدی مباہلین ہوتے' وہاں کے احمدیوں کو ہم بُلوا لیتے اور کہتے ان کی شکلیں پہچانتے جاؤ اور انہیں یاد

رکھو۔ غرض جہاں بھی پانچ سَو یا ہزار آدمی مباہلہ کیلئے آئے گا' یہ احتیاطیں کرنی پڑیں گی ورنہ مباہلہ کھیل بن جائے گا۔ یہ سب تفصیلات اور شرائط مَیں اگر خطبہ میں بیان کرتا تو اس قسم کا مضمون کئی خطبوں میں ختم ہوتا اور پھر بھی احرار کی طرف سے تحریری رضا مندی اور شرائط کے تسلیم کرنے کا امر باقی رہتا اس لئے میں نے کچھ باتیں تو خطبوں میں بیان کر دیں اور کچھ باتوں کے متعلق کہہ دیا کہ فریقین کے نمائندے جمع ہو کر ان کا فیصلہ کرلیں۔ مگر انہوں نے اس طرف کا رُخ بھی نہیں کیا اور شرائط کے متعلق لکھ دیا کہ ہمیں سب منظور ہیں حالانکہ ابھی صرف چند شرطیں پیش کی گئی تھیں اور بہت سی شرائط طے کرنی باقی تھیں جو اسی صورت میں طے ہوسکتی تھیں کہ وہ اس کیلئے تیار ہوتے۔ مگر انہوں نے شرائط کے متعلق ہمیں اپنی کوئی تحریر نہیں دی۔ متواتر انہیں توجہ دلائی گئی کہ جو کچھ وہ تسلیم کرتے ہیں اور جن شرائط کو وہ مانتے ہیں' انہیں تحریری رنگ میں ہمارے پاس پہنچا دیں۔ مگر انہوں نے یہ بات نہ مانی اور اخبار میں یہ اعلان ہوتا رہا کہ ہم سب شرائط منظور کرتے ہیں۔ حالانکہ اپنے اخبار میں شائع شُدہ بات کو وہ آسانی سے ردّ کر سکتے اور کہہ سکتے ہیں کہ اس کی ذمہ داری ہم پہ نہیں اخبار پر ہے۔

چنانچہ اس کا ایک تازہ ثبوت خدا تعالیٰ نے مہیا کر دیا ہے۔ اخبار ''مجاہد'' ۱۱۔ دسمبر ۱۹۳۵ء میں ایک لیڈنگ آرٹیکل ''جزیرۃ العرب میں کیا ہو رہا ہے؟'' کے زیرِ عنوان چھپا ہے۔ اس میں بعض ایسی باتیں ان کی طرف سے لکھی گئیں جو مسلمانوں کو سخت ناگوار گزریں۔ اس کے شائع ہونے کے بعد جب انہیں محسوس ہوا کہ اس کا شائع کرنا غلطی تھا تو جَھٹ انہوں نے دوسرے دن اعلان کر دیا کہ یہ لیڈر نہیں تھا بلکہ دفتر ''مجاہد'' کے عملہ کے سِوا کسی اور صاحب کا مضمون آیا اور نائب ایڈیٹر نے غلطی سے یہ سمجھا کہ یہ مضمون ادارۂ تحریر کے رکنِ اعلیٰ نے منظور کرلیا ہے اور اس طرح بعض ارکانِ ادارۂ تحریر کی غلطی سے شائع ہوگیا۔

جن لوگوں نے اخبار کا ایک لیڈر کا لیڈر اُڑا دیا اور اسے اپنی طرف منسوب کرنے کی بجائے کسی نامہ نگار کی طرف منسوب کر دیا' اُن سے بھلا کیونکر امید کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے اخباری بیانات کو وقعت دیں اور وقت پر یہ کہہ کر انکار نہ کر دیں کہ یہ ہمارا بیان نہیں اور نہ ہم اس سے متفق ہیں۔ اب تک تو ہم یہ سنتے چلے آئے تھے کہ غلطی سے لفظ کچھ کا کچھ چَھپ سکتا ہے مگر یہ کبھی نہیں سنا تھا کہ ایک لیڈر کے لیڈر کے متعلق یہ کہہ دیا جائے کہ وہ غلطی سے چھپ گیا اصل میں اسے چَھپنا نہیں چاہئے تھا۔ یہ تو ویسی ہی بات ہے جیسے کوئی شخص اپنے نام پر ایک

کتاب شائع کرے اور جب چھپ جائے تو کہہ دے نہ یہ میری کتاب ہے اور نہ میں نے لکھی بلکہ سہوِ کاتب ہے۔

جہاں اتنے بڑے بڑے سہو ہو سکتے ہوں وہاں ہمارے لئے سخت احتیاط کی ضرورت تھی۔ تا اگر وہ کسی وقت اپنی منظور کردہ شرائط سے انکار کریں تو ہم ان کے سامنے ان کا تحریری کاغذ تو پیش کر سکیں۔ گو ممکن ہے اپنی تحریر کے متعلق بھی وہ یہ کہہ دیں کہ ہمیں اُس وقت دورۂ جنوں ہو گیا تھا۔ مگر بہرحال چونکہ اخبار کے بیان کے متعلق سہوِ کاتب کا عُذر پیش ہونے کا ہر وقت ان کی طرف سے خطرہ تھا جیسا کہ حال کے ایک واقعہ نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ ان سے تحریر لی جاتی، مگر انہوں نے تحریر نہیں دی اور نہ مباہلہ کیلئے تصفیۂ شرائط کیا۔ لیکن آج بھی مجھے ایک اشتہار ملا ہے جس پر لکھا ہے۔ ''خلیفہ قادیان کا مباہلہ سے شرمناک فرار'' حالانکہ میرا چیلنج اب تک موجود ہے کہ اگر مباہلہ کرنا ہے تو لاہور یا گورداسپور میں کر لو۔ اور اگر وہ اس کیلئے تیار نہیں تو وہ یا تو یہ کہہ دیں کہ ہمارا خدا قادیان میں ہے لاہور میں نہیں اور اُس کی حکومت قادیان میں تو ہے لیکن باہر اس کی حکومت نہیں۔ اور یا پھر یہ ثابت کر دیں کہ شریعت کی رُو سے قادیان کے باہر مباہلہ ہو ہی نہیں سکتا اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر مباہلہ کرنا ہو تو قادیان میں کرو باہر نہ کرو۔ اور اگر وہ کہہ دیں کہ ہمارا خدا لاہور میں نہیں، صرف قادیان میں ہے تو اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ ان کا خدا ان کی روٹیاں ہیں جو انہیں قادیان کے نام پر مسلمانوں کو اُکسا کر اور انہیں فتنہ وفساد پر آمادہ کر کے زیادہ عمدگی سے مل سکتی ہیں ورنہ وجہ کیا ہے کہ جب میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ آؤ شرائط طے کر کے مباہلہ کر لو تو وہ اس طرف نہیں آتے اور یہ شور مچائے چلے جاتے ہیں کہ میں نے مباہلہ سے فرار اختیار کیا۔ مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسے دس بیس فرار جب ہمارے دنیا پر ظاہر ہو جائیں گے تو اس کے ساتھ ہی احرار کی جماعت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

ایک عقلمند یورپین مصنف کا قول ہے کہ ساری دنیا کو تم کچھ مدت کیلئے دھوکا دے سکتے ہو اور کچھ لوگوں کو تم ہمیشہ کیلئے دھوکا دے سکتے ہو مگر تم ساری دنیا کو ہمیشہ کیلئے دھوکا نہیں دے سکتے۔

پس صداقت آخر دنیا پر واضح ہو گی اور یہ فرار احرار کیلئے ایسی مصیبت بن جائیں گے جن سے نکلنا ان کیلئے مشکل ہو گا۔ میں پھر اس موقع پر اعلان کرتا ہوں کہ میرے آخری اعلان میں

بھی مباہلہ کا چیلنج موجود ہے۔ اگر وہ مباہلہ کرنا چاہتے ہیں تو لاہور یا گورداسپور میں مباہلہ کر لیں ہمیں مباہلہ کرنے سے ہرگز انکار نہیں۔ مگر مجھے یقین ہے کہ وہ مباہلہ کیلئے نہیں آئیں گے کیونکہ ان کے دل جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ بول رہے اور دیدہ دانستہ لوگوں کو فریب میں مبتلا کر رہے ہیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے جس طرح میں نے مؤکّد بعذاب قسم شائع کر دی تھی' وہ بھی مؤکّد بعذاب حلف شائع نہیں کر دیتے۔ جس دن میری طرف سے یہ قسم شائع ہوئی تھی کہ:

''اے خدا! ایک جماعت کا امام ہونے کے لحاظ سے اس قسم کا دھوکا دینا نہایت خطرناک فساد پیدا کرسکتا ہے پس اگر میں نے اوپر کا اعلان کرنے میں جھوٹ، دھوکے یا چالبازی سے کام لیا ہے تو مجھ پر اور میرے بیوی بچوں پر لعنت کر۔ لیکن اگر اے خدا! میں نے یہ اعلان سچے دل سے اور نیک نیتی سے کیا ہے تو پھر اے میرے رب! یہ جھوٹ جو بانی سلسلہ احمدیہ کی نسبت، میری نسبت اور سب جماعتِ احمدیہ کی نسبت بولا جاتا ہے' تو اس کے ازالہ کی خود ہی کوئی تدبیر کر اور اس ذلیل دشمن کو جو ایسا گندہ الزام ہم پر لگاتا ہے یا تو ہدایت دے یا پھر اسے ایسی سزا دے کہ وہ دوسروں کیلئے عبرت کا موجب ہو۔''

تو اُس دن میری طرف سے مباہلہ کی ذمہ داری پوری ہوگئی اور میں آج کہتا ہوں کہ اگر احرار کیلئے جمع ہونا مصیبت ہے' وہ پانچ سَو یا ہزار افراد اپنے ساتھ نہیں لا سکتے تو میری قسم کے الفاظ کو اُلٹا کر اور انہیں دُہرا کر اپنے پانچ لیڈروں کی طرف سے شائع کر دیں اور لکھ دیں کہ:۔

''اے خدا! ہمیں یقین ہے احمدی رسول کریم ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے' نہ آپ کو دل سے خاتم النبیین سمجھتے ہیں۔ اور آپ کی فضیلت اور بزرگی کے قائل نہیں بلکہ آپ کی توہین کرنے والے اور مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بج جانے پر بھی خوش ہونے والے ہیں۔ اے خدا! اگر ہمارا یہ یقین غلط ہے تو تُو ہم پر اور ہمارے بیوی بچوں پر اپنا عذاب نازل کر''۔

جس دن وہ اپنے میں سے پانچ لیڈروں کی طرف سے اس قسم کی مؤکّد بعذاب حلف اپنے اخبار میں شائع کر دیں گے' اُسی دن مَیں سمجھ لونگا کہ میرا احرار سے مباہلہ ہو گیا۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں وہ کبھی ایسا نہیں کریں گے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔

اس کے بعد میں تحریک جدید کے متعلق بعض باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس کا نام

تحریک جدید اس لئے رکھا ہے کہ بعض لوگوں کیلئے جدید چیز لذیذ ہوتی ہے جیسا کہ کہتے ہیں۔ کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ ۔مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ پرانی چیز ہے اور جیسا کہ میں اپنے ایک پچھلے خطبہ جمعہ میں بیان کر چکا ہوں تحریک جدید کا ایک حکم بھی ایسا نہیں جو قرآن کریم میں موجود نہ ہو اور ایک حکم بھی ایسا نہیں جو رسول کریم ﷺ کے عمل سے ثابت نہ ہو۔ گو زمانہ کے حالات کے مطابق ممکن ہے کسی حکم کی شکل تبدیل ہو گئی ہو۔ مثلاً بورڈنگ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں نہیں ہوتے تھے مگر بچوں کی تربیت کے اصول وہی ہیں جو رسول کریم ﷺ نے بیان کئے۔

تو تحریک جدید جسے دراصل مَیں وہ قدیم تحریک کہتا ہوں جو آج سے ساڑھے تیرہ سَو سال پہلے رسول کریم ﷺ نے خدا تعالیٰ سے اِذن لیکر جاری کی۔ جب تک جماعت اس کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتی میرے نزدیک اس وقت تک حقیقی طور پر جماعت کوئی کام نہیں کر سکتی۔ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے متعلق انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ ان کے مفہوم کو اچھی طرح جانتا ہے لیکن جب اس پر جرح کی جائے اور کسی بات کی باریکیاں اس سے دریافت کی جائیں تو معلوم ہوتا ہے اس نے بات کو صحیح طور پر نہیں سمجھا اور اگر سمجھا بھی ہے تو محض سطحی رنگ میں۔ مجھے بھی یقین ہے کہ ابھی تک جماعت کے اکثر افراد نے اس تحریک کا مفہوم نہیں سمجھا حالانکہ اس کے متعلق میں نے اتنے خطبے پڑھے ہیں کہ اس سے پہلے کسی اور بات کے متعلق میں نے اتنے خطبے کبھی نہیں پڑھے۔ لیکن باوجود اس قدر تفصیل سے تحریک جدید کو بیان کرنے کے مجھے وہم ہے کہ جماعت کے اکثر افراد ایسے ہیں جنہوں نے اس کے مفہوم اور اہمیت کو ابھی تک نہیں سمجھا۔ اور اگر وہ سمجھ جاتے تو یقیناً میں ان میں ایسا تغیر دیکھتا جو مجھے ابھی تک نظر نہیں آ رہا۔ عام طور پر دوست یہ خیال کرتے ہیں کہ احراری فتنہ کو دیکھ کر اس کے استیصال کیلئے چند وقتی باتیں میں نے بیان کر دی ہیں۔ حالانکہ اس کا موجب احرار فتنہ نہیں بلکہ حقیقت یہی ہے کہ احرار کا تو اللہ تعالیٰ نے ایک بہانہ بنا دیا ہے کیونکہ ہر تحریک کے جاری کرنے کیلئے ایک موقع کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور جب تک وہ موقع میسر نہ ہو جاری کردہ تحریک مفید نتائج پیدا نہیں کر سکتی۔ بے شک مخلص لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب بھی ان کے سامنے بات پیش کی جائے وہ اس پر توجہ کرتے ہیں، مگر عام جماعت میں بیداری پیدا کرنے اور کمزوروں کو بھی متوجہ کرنے کیلئے کسی خاص موقع کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ مجھے بھی سالہا سال سے یہ انتظار تھا کہ کوئی ایسی آگ لگے جب ہماری جماعت کا ہر چھوٹا بڑا بیدار ہو جائے۔ اور اس موقع پر میں وہ تحریک پیش کروں

جو جماعت کو بہ حیثیت جماعت تیرہ سَو سال پیچھے لے جائے۔ چنانچہ کچھ سال ہوئے اسی غرض کیلئے میں نے انصار اللہ کی تحریک جماعت میں جاری کی تھی مگر اس میں کچھ روکیں پیدا ہو گئیں مثلاً ایک روک تو یہی واقعہ ہو گئی کہ جب مجھ سے لوگ انصار اللہ کی ضرورت دریافت کرتے میں انہیں کہتا کہ میں اس کی ضرورت اپنے خطبات میں بیان کروں گا۔ اس کے بعد میں نے خطبات دیئے مگر چونکہ جماعت میں بیداری نہیں تھی، اس لئے ان پر غور نہ کیا گیا۔ پھر انصار اللہ کی تحریک سے بعض طبائع میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ جماعت میں ایک اور جماعت بن رہی ہے چنانچہ میرے پاس اس قسم کی شکایتیں پہنچنے لگیں۔ اس کی وجہ سے میرے دل میں انقباض پیدا ہو گیا کہ ایسا نہ ہو یہ تحریک بعض کیلئے ٹھوکر کا موجب بن جائے۔ اور چونکہ کسی کی ٹھوکر کے مقابلہ میں وہ فوائد جو اس تحریک سے حاصل ہو سکتے تھے زیادہ اہم نہیں تھے، اس لئے میرا جوش بھی کم ہو گیا۔ پھر میں اس انتظار میں رہا کہ کوئی ایسا موقع آئے جب ساری جماعت ہی انصار اللہ بن جائے اور یہ شکایت نہ رہے کہ جماعت میں ایک اور جماعت بن رہی ہے۔ چنانچہ فتنہ احرار سے فائدہ اُٹھا کر میں نے جماعت کے سامنے تحریک جدید پیش کر دی۔ اور میں سمجھتا ہوں تحریک جدید کے پیش کرنے کے موقع کا انتخاب ایسا اعلیٰ انتخاب تھا جس سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ انتخاب نہیں ہو سکتا۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی زندگی میں جو خاص کامیابیاں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں ان میں ایک اہم کامیابی تحریک جدید کو عین وقت پر پیش کر کے مجھے حاصل ہوئی۔ اور یقیناً میں سمجھتا ہوں جس وقت میں نے یہ تحریک کی، وہ میری زندگی کے خاص مواقع میں سے ایک موقع تھا۔ اور میری زندگی کی ان بہترین گھڑیوں میں سے ایک گھڑی تھی جبکہ مجھے اس عظیم الشان کام کی بنیاد رکھنے کی توفیق ملی اس وقت جماعت کے دل ایسے تھے جیسے چلتے گھوڑے کو جب روکا جائے تو اُس کے دل کی کیفیت ہوتی ہے۔ ہماری جماعت بھی اس خیال کے ماتحت نہایت آرام اور اطمینان کے ساتھ چلی جا رہی تھی کہ وہ ایک منظّم اور پُر امن گورنمنٹ کے ماتحت رہتی ہے اور اس کیلئے وہ تکالیف اور مصائب نہیں جو پہلے انبیاء کی جماعتوں کو پہنچیں۔ اس خیال کی وجہ سے اس کی طبیعت میں ایک غلط اطمینان تھا اور وہ اپنے آپ کو بعض قسم کی قربانیوں سے آزاد سمجھتی تھی۔ ایسے حالات میں گورنمنٹ کی ایک غلطی اور احرار کی شورش نے ایسا موقع پیدا کر دیا کہ جماعت نے یہ سمجھ لیا کہ جس چیز کو وہ امن سمجھ رہی تھی وہ امن نہیں اور اسے بھی ان قربانیوں کی ضرورت ہے جو انبیائے سابقین کی جماعتوں نے

کیں ۔پس اللہ تعالیٰ نے آسمان سے وہ موقع پیدا کیا جس کا میں ایک عرصہ سے منتظر تھا اور میں نے تحریک جدید پیش کر دی ۔اگر جماعت اس تحریک کو سمجھ لے اور اس پر عمل کرے تو جہاں اس کی ترقیات میں حیرت انگیز زیادتی ہو جائے' وہاں جو یہ اعتراض بالعموم کیا جاتا ہے کہ جماعت احمدیہ کو پہلے انبیاء کی جماعتوں جیسا کام نہیں کرنا پڑا دور ہو جاتا ہے ۔اور آج میں اسی وجہ سے اختصار کے ساتھ بعض وہ بنیادی اصول بیان کرنا چاہتا ہوں جو اس تحریک کے اندر کام کر رہے ہیں ۔

اوّل اس تحریک کے ماتحت یہ اصل میرے مدنظر تھا کہ جماعت میں طوعی قربانی کا مادہ پیدا ہو۔قربانیاں دو قسم کی ہوا کرتی ہیں ۔ایک جبری جن میں ہر فرد بشر کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ خاص قسم کی قربانی کرے ۔ دوسری طوعی جنہیں لوگوں کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو ان قربانیوں میں حصہ لیں اور اگر نہ چاہیں تو نہ لیں ۔ پھر طوعی قربانیاں بھی دو قسم کی ہوتی ہیں' ایک انفرادی اور ایک جماعتی ۔انفرادی قربانیاں گو افراد کے اندر جوش پیدا کر دیتی ہیں مگر بحیثیت مجموعی جماعت میں انفرادی طوعی قربانیوں سے جوش پیدا نہیں ہوتا۔ انفرادی طوعی قربانیوں کی ایسی ہی مثال ہے جیسے تہجد، کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ اگر چاہے تو رات کو اُٹھ کر عبادت کر سکتا ہے ۔ یہ نفلی قربانی ہے اور انفرادی ہے ۔مگر چونکہ نفلی قربانیوں میں انسان کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا ہے' اس لئے ان قربانیوں میں جبری قربانیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ جوش پیدا ہوتا ہے ۔اسی لئے رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی وحی سے بتایا ہے کہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ایسا وقت آ جاتا ہے کہ اگر وہ ایک قدم میری طرف چلتا ہے تو میں دو قدم چل کر اس کی طرف جاتا ہوں ۔اور اگر وہ چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کے پاس پہنچتا ہوں ۔ پھر ہوتے ہوتے اِس قدر اُسے میرا قُرب حاصل ہو جاتا ہے کہ میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ کام کرتا ہے، اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے[۱] گویا بندہ خدا ہی بن جاتا ہے ۔تو نفلی قربانیاں ہی ہیں جو انسان کو خدا تعالیٰ کے قریب کرتی ہیں ۔ یہ قربانیاں جیسا کہ میں بتا چکا ہوں ایک انفرادی ہوتی ہیں اور ایک جماعتی ۔انفرادی کی تو ایسی ہی مثال ہے جیسے تہجد کہ کوئی اُٹھتا ہے اور کوئی نہیں اُٹھتا ۔اور جماعتی طوعی قربانیوں کی ایسی ہی مثال ہے جیسے رمضان میں تراویح ۔ ہر شخص جانتا

ہے کہ تراویح کیلئے کتنا جوش ہوتا ہے بلکہ اِس قدر پابندی سے لوگ تراویح پڑھتے ہیں کہ وہ تہجد کیلئے نہیں اُٹھتے مگر تراویح پڑھنے کیلئے چلے جاتے ہیں۔ بلکہ تہجد پڑھ کر ہم نے آج تک نہیں دیکھا کہ کسی نے مٹھائی بانٹنی شروع کر دی ہو مگر تراویح کے ختم ہونے پر میں دیکھتا ہوں لوگ مٹھائیاں تک بانٹتے ہیں۔ یہ بالکل ویسی ہی بات ہے جیسے نماز پڑھنے والے کو نمازی کوئی نہیں کہتا لیکن اگر کوئی ایک دفعہ حج کر آئے تو اسے حاجی کہنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح جو روزہ رکھتا اور ایک مہینہ مسجد میں تراویح پڑھتا ہے، وہ اپنے آپ کو اس بات کا مستحق سمجھنے لگ جاتا ہے کہ اتنا بڑا کام جب اس نے کیا ہے تو اب اس کا منہ میٹھا کرنا چاہئے۔ غرض جو نفلی قربانیاں ہوں مگر ساتھ ہی جماعتی رنگ رکھتی ہوں وہ جماعت میں عظیم الشان بیداری پیدا کر دیا کرتی ہیں۔

پس میں نے تحریک جدید میں پہلا اصل یہ مدنظر رکھا کہ طوعی اور نفلی قربانی جماعت کے سامنے رکھی جائے مگر وہ انفرادی نہ ہو بلکہ جماعتی ہو اور ایسے رنگ میں تحریک ہو کہ ہر فرد اگر چاہے تو اس میں شامل ہو سکے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے کسل کو دور کرنے کیلئے جیسے فوجی مشق ہوتی ہے، بعض تاریخیں مقرر کر دیں کہ اگر فلاں تاریخ تک وعدہ لکھا دو گے تو ہم تم سے چندہ لیں گے اور اگر اس کے بعد وعدہ لکھاؤ گے تو ہم اسے منظور نہیں کریں گے۔ اگر میں ایک تاریخ مقرر نہ کرتا تو کوئی کہتا میں جنوری میں لکھاؤں گا' کوئی کہتا میں فروری میں لکھاؤں گا اور کوئی کہتا میں مارچ یا اپریل میں لکھاؤں گا اور اگر ایسا ہوتا تو جماعتی رنگ قائم نہ رہتا۔ جماعتی رنگ قربانی میں اُسی وقت پیدا ہو سکتا تھا جب تاریخوں کی تعیین کر دی جاتی اور کہہ دیا جاتا کہ اِتنے دنوں کے اندر اندر وہ قربانی کا وعدہ پیش کر سکتے ہیں' اس کے بعد نہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جیسے جماعت میں جلسہ کے ایام کے قریب آ کر خاص جوش پیدا ہو جاتا ہے اور وہ بے تابی کے ساتھ اس میں شامل ہونے کیلئے دوڑتی ہے اسی طرح جب چندہ کی خاص تاریخیں مقرر کر دی جائیں تو جماعت کے لوگوں میں بیداری پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر اس میں شامل ہونے کی سعی کرتے ہیں۔ پس یہ قربانی جماعتی بھی ہے اور طوعی بھی۔ مَیں نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کسی کو چندہ کیلئے مجبور کیا جائے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہر شخص تک تحریک جدید کی آواز پہنچا دو اور اس کے بعد اسے شمولیت کیلئے مجبور نہ کرو۔ اگر وہ شامل ہوتا ہے تو شامل کر لو اور اگر نہیں ہوتا تو اسے شرمندہ نہ کرو۔

میں نے اس چندہ میں کم سے کم پانچ روپیہ دینے کی شرط رکھی ہے۔ جس سے یہ سمجھا جاتا

ہے کہ گویا ایک حصہ کو جماعتی قربانی سے نکال دیا گیا ہے۔ مگر اس کی بھی ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ اس چندہ کا اثر جماعت کے فرضی چندوں پر پڑے۔ اگر ہر شخص کو اس چندہ کیلئے مجبور کیا جاتا اور ہر رقم قبول کر لی جاتی تو یہ چندہ تمام جماعت پر فرض ہو جاتا۔ مگر اب کم سے کم پانچ روپیہ چندہ دینے کی شرط رکھ کر میں نے اس کے دائرہ کو محدود کر دیا ہے۔ اگر کسی شخص کے ذرائع وسیع ہیں اور وہ علاوہ دوسرے چندوں کے اس میں بھی حصہ لے سکتا ہے تو وہ اس میں شامل ہوگا۔ ورنہ طبقۂ غرباء میں سے کئی ایسے ہیں جو اس میں شامل نہیں ہو سکتے۔ پس یہ شرط عائد کر کے میں نے جماعتی قربانی سے بعض لوگوں کو نکالا نہیں بلکہ ایک طبقہ کو بچا لیا ہے کہ اس پر یہ بوجھ نہ پڑے تا کہ وہ فرضی قربانیوں سے بالکل ہی نہ رہ جائے۔ اور گو وہ غرباء کا طبقہ ہے مگر جماعت میں اسی طبقہ کی اکثریت ہے۔ چنانچہ ہماری جماعت گو خدا تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں کی ہے مگر سات ہزار ایسے اشخاص تھے جنہوں نے چندہ تحریک جدید میں حصہ لیا۔ اس کے علاوہ نوے ہزار یا ایک لاکھ کی اور جماعت جو چندہ دینے والی ہے اس سے باہر رہی۔ پس چونکہ جماعت کا ایک کثیر حصہ ایسا ہے جس پر اس چندے کا بار نہیں پڑا، اس لئے عقلاً صدر انجمن کے کاموں پر اس کا اثر نہیں ہونا چاہئے۔ تو تحریک جدید میں ایک اصل میں نے یہ مدنظر رکھا ہے کہ طوعی قربانی کی روح مَیں جماعت میں تازہ کروں۔ وہ لوگ جو صرف فرض نماز ادا کرتے ہیں اور نفلوں میں حصہ نہیں لیتے عموماً نماز میں انہیں جوش پیدا نہیں ہوتا اور وہ شکایت کرتے رہتے ہیں کہ جب وہ نماز پڑھتے ہیں تو انہیں رقّت طاری نہیں ہوتی۔ لیکن جو نفلوں میں بھی حصہ لیتے ہیں انہیں نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور خاص جوش پیدا ہو جاتا ہے اسی لئے ائمہ دین ہمیشہ یہی ہدایت کیا کرتے ہیں کہ نوافل پڑھنے کبھی چھوڑنے نہیں چاہئیں۔ اور وہ کہا کرتے ہیں کہ نوافل کو اللہ تعالیٰ نے مقرر ہی اس لئے کیا ہے کہ اگر فرائض میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو نوافل اُسے پورا کر دیں۔ پس تحریک جدید سے ایک اصل میرے یہ مدنظر ہے کہ جماعت میں طوعی قربانی کی روح تازہ رہے۔

دوسرا اصل اس تحریک سے میرے یہ مدنظر ہے کہ میں غربت اور امارت کا امتیاز مٹانا چاہتا ہوں۔ مذہبی جماعتوں میں کبھی بھی غربت اور امارت کا امتیاز نہیں ہوا اور اگر ہو تو وہ مذہبی جماعت نہیں کہلا سکتی۔ جب خدا تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ **اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ**[۲] یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور تم میں سے وہی معزز ہے جو زیادہ متقی ہو۔ تو اب بتاؤ کیا کوئی مومن خیال

کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور تو اور کوئی معزز ہے مگر میرے نزدیک اور۔ جو خدا تعالیٰ کے نزدیک معزز ہوگا درحقیقت ہمارے نزدیک بھی وہی معزز ہونا چاہئے ۔اور جب خدا تعالیٰ کے نزدیک اَتۡقٰی معزز ہے اور وہ ایک غریب بھی ہوسکتا ہے تو یقیناً ہماری رَوِش اور ہمارے طریق میں غریب ہی معزز ہونا چاہئے۔ اور اگر ہم یہ نہیں کرتے تو ہم کسی اور کو عزت دیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کسی اور کو معزز کہتا ہے۔ یہ نقص تبھی دور ہوسکتا ہے جب امارت اور غربت کے ظاہری امتیاز کو ہم مٹا دیں۔ اس امتیاز کے قائم رہنے سے دوسرا نقص یہ واقعہ ہوتا ہے کہ غریب اور امیر میں ایسی وسیع خلیج حائل ہو جاتی ہے کہ وہ دونوں مل کر کام نہیں کر سکتے۔ جیسے دو بیل ہوں اور دونوں کا الگ الگ رنگ ہو لیکن اگر ایک جوئے کے نیچے ان کی گردنیں رکھ دی جائیں تو وہ خوب کام کر لیتے ہیں۔ لیکن ایک بھینسے کے دو بچے اگر مِیل مِیل کے فاصلہ پر کھڑے ہوں تو وہ کام نہیں کر سکتے۔ تو غربت اور امارت کے امتیاز کو جب تک ہم مٹا نہ دیں اُس وقت تک جماعت متحدہ طور پر کام نہیں کر سکتی۔ مثلاً ایک کھانا کھانے اور سادہ لباس پہننے میں یہ بھی حکمت ہے گو اَور بھی اس میں حکمتیں ہیں مگر ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس طرح امارت اور غربت کا امتیاز جاتا رہتا ہے۔ اگر ہم لباس بہت اعلیٰ قسم کا پہنیں اور اپنی شان کو خاص طور پر لوگوں پر ظاہر کریں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک غریب ہماری دعوت کرنے سے گھبرائے گا وہ کہے گا میں اگر فلاں امیر کی دعوت کروں تو میرے گھر میں تو بوریا بھی نہیں وہ بیٹھے گا کہاں۔ اس کے تو کپڑے میلے ہو جائیں گے۔ یا اگر دعوت کروں تو کس طرح کروں۔ یہ تو گھر میں روز چار چار کھانے کھاتا ہے۔ اگر میں صرف اس کیلئے پلاؤ بھی پکا دوں تو اس کے چاول تو اس کے گلے میں پھنسیں گے۔ پس وہ دعوت کرنے سے ہچکچاتا ہے اور اس طرح امراء و غرباء میں ایک امتیاز قائم رہتا ہے۔ لیکن اگر معلوم ہو کہ امیر آدمی بھی گھر میں ایک ہی کھانا کھانے کا عادی ہے تو غریب سمجھتا ہے ایک کھانے کا کیا ہے وہ تو میں بھی تیار کرلوں گا اور اس طرح وہ زیادہ دلیری سے ایک امیر کی دعوت کرلے گا۔ پھر اگر یہ پابندی نہ ہوتی تو بعض لوگ خود تقاضا کر کے دعوتوں میں چیزیں پکواتے۔ اور اس کا مجھے اس لئے خیال ہے کہ میں نے کئی احمدیوں کے منہ سے بھی سنا ہے' جب ان کی کوئی دعوت کرے تو وہ کہہ دیتے ہیں' کیا کیا کھلاؤ گے؟ ایک دعوت میں مَیں ایک دفعہ شامل ہوا، ایک مدعو صاحب میرے ساتھ تھے، جب دعوت کھانے بیٹھے تو بے اختیار کہنے لگے پلاؤ کے بغیر دعوت عجیب لگتی ہے۔ میزبان سامنے بیٹھا تھا۔ میں نے سمجھا یہ الفاظ سن کر وہ اپنے میں کٹ ہی گیا ہو

گا۔ لیکن اگر اُس وقت میری طرف سے تحریک جدید جاری ہوتی تو وہ اس قسم کے الفاظ ہرگز اپنے منہ سے نہ نکالتے لیکن اس تحریک کے جاری ہونے پر اب قدرتی طور پر لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ امیر غریب ہو گئے اور غریب امیر ہو گئے۔

ظاہری لباس میں خاص شان نہ رہنے کا بھی بہت بڑا فائدہ ہے۔ میں نے دیکھا ہے جلسہ سالانہ کے موقع پر ہماری جماعت کی کئی امیر عورتیں اس بات کو بہت تکلیف دہ سمجھتیں کہ وہ باقی عورتوں کے ساتھ بیٹھ کر جلسہ سنیں اور وہ شکایت کرتیں کہ ہم باقی عورتوں کے پاس کس طرح بیٹھ سکتی ہیں اور بے اعتنائی کے ساتھ تقریریں سنتیں۔ مگر چونکہ اب پہلی سی شان نہیں رہی اس لئے وہ غریب عورتوں کے ساتھ بیٹھ کر تقریریں سن سکتی ہیں۔ تو اپنے ذہن بھی ٹھیک ہوئے اور غربت و امارت کا امتیاز بھی جاتا رہا۔ پہلے امیر سمجھتے کہ ہم بڑے ہیں اور غریب سمجھتے کہ ہم چھوٹے ہیں اور اس طرح درمیان میں ایک خلیج حائل رہتی۔ مگر اب بجائے بُعد اور جُدائی کے آپس میں محبت ہے۔ غریب امیر کے بُلانے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا اور امیر غریب پر تکبّر نہیں کرتا' کیونکہ سب کے کھانوں کا معیار ایک ہے۔ دال گوشت کا فرق رہے گا مگر جو چٹ پٹی چیزیں اور زیادہ چیزیں تیار کرنے کا فرق تھا وہ اُڑ گیا۔ اور اب ایک غریب اپنی جماعت کے امیر دوستوں کی بخوشی دعوت کرسکتا ہے۔ مگر جب یہ امید کی جائے کہ پلاؤ بھی ہو' زردہ بھی ہو' کوفتہ بھی ہو' سبزی بھی ہو' مرغ بھی پکا ہوا ہو' کباب بھی ہوں۔ تو ایسی دعوت کو ایک غریب دُور سے ہی سلام کرتا ہے اور کہتا ہے میں اس سے باز آیا۔ غرض اس تحریک کا ایک پہلو یہ تھا کہ میں غربت اور امارت کا امتیاز جماعت سے مٹاؤں اور جماعت کو مل کر کام کرنے کی عادت ڈالوں۔ اور میں سمجھتا ہوں جس دن یہ امتیاز مِٹا' اُس دن حقیقی رنگ میں جماعت متحد ہو گی۔ بے شک ایک حد تک اسلام نے اس امتیاز کو قائم رکھا ہے۔ مگر اسلام اس بات سے منع کرتا ہے کہ امیر اپنی الگ گدی بنالیں اور غریبوں سے حقارت کے ساتھ پیش آئیں۔ یہ نہایت خطرناک چیز ہے اور اس سے ایمان تک انسان کے دل سے نکل سکتا ہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ ایک امیر کو اگر اعلیٰ عہدہ ملتا ہے تو وہ نہ لے تجارت میں اسے منافع ہو اس کے لینے سے انکار کردے۔ اچھے مکانات ہوں تو انہیں بیچ دے۔ جس طرح وہ یہ نہیں کہتا کہ تم پلاؤ کھانے لگو تو اس میں مٹی ڈال لو۔ مگر وہ اس بات کا حکم دیتا ہے کہ جسے روپیہ ملے' وہ اسے جائز کاموں میں خرچ کرے۔ اپنے نفس پر خرچ کرے خاندان کی عزت و حُرمت کیلئے خرچ کرے۔ قوم کیلئے خرچ کرے' ملک کیلئے

خرچ کرے، اسلام اور احمدیت کیلئے خرچ کرے، مگر کسی صورت میں غربت و امارت میں امتیاز قائم نہ ہونے دے۔

تیسرا اصل اس تحریک میں مَیں نے یہ مدنظر رکھا ہے کہ جہاں تک ہو سکے مغربیت کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش کی جائے۔ مغربی اثر اِس وقت دنیا پر غالب آیا ہوا ہے اور میری رائے میں اسلام کو اتنا نقصان عیسائیت سے نہیں پہنچا جتنا مغربیت سے پہنچ رہا ہے۔ لیکن مغربیت مذہب سے علیحدہ چیز ہے اور میرا ارادہ ہے کہ کسی خطبہ میں بتاؤں کہ مغربیت کیا چیز ہوتی ہے۔ اس وقت مَیں ایک موٹی مثال دے دیتا ہوں جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مغربیت اور اسلام میں کیا فرق ہے۔ اسلام کی طرف دیکھو، وہ ایک غریب شخص سے مخاطب ہوتا ہے اور کہتا ہے اے شخص! تو سوال نہ کر۔ دوسری طرف وہ امیر سے مخاطب ہوتا ہے اور اسے کہتا ہے اے امیر! تو بغیر مانگے کے اس غریب کو دے۔ اسی طرح اسلام کہتا ہے اے مزدور! تو باغیانہ رنگ اختیار مت کر اور دوسری طرف وہ سرمایہ دار سے کہتا ہے اے سرمایہ دار! تو اس کا حق ادا کر۔ اسے کافی مزدوری دے۔ گویا اسلام غریب کے فرائض غریب کو مخاطب کر کے سناتا اور امیر کے فرائض امیر کو مخاطب کر کے سناتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں مغربیت یہ ہے کہ مزدوروں کا ایک ایجنٹ اُٹھتا اور انہیں یہ کہنا شروع کر دیتا ہے کہ امیر تم پر ظلم کر رہے ہیں۔ وہ تمہارے حقوق کو چھینتے اور تمہیں ترقی کرنے سے باز رکھتے ہیں، ان کے خلاف بغاوت کرو۔ اسی طرح ایک امیروں کا ایجنٹ اُٹھتا اور یہ کہنا شروع کر دیتا ہے کہ تم اس قدر دولت جمع کرو کہ سب لوگ تمہارے دستِ نگر ہوں۔ یہ ایک موٹی مثال ہے جس سے مغربیت اور اسلام کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسلام دونوں طرف قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ اور مغربیت دونوں طرف لُوٹ اور بغاوت کا مادہ پیدا کرتی ہے۔ مغربیت غریب سے کہتی ہے کہ امیر سے چھین، اور امیر سے کہتی ہے کہ غریب سے چھین۔ اور اسلام دونوں طرف اخلاق سے کام لینے کی تاکید کرتا اور غریب کو کہتا ہے کہ سوال نہ کر اور امیر کو کہتا ہے کہ غریب کو دے۔ گویا اسلام قربانی سکھاتا ہے مگر مغربیت ایک جہنم کا نمونہ ہے جس میں هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کے سِوا اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اگر دنیا مغربیت کے پیچھے جائے تو اس کا سوائے اس کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ لڑائی اور فساد بڑھے۔ لیکن اسلام اس قسم کی تعلیم دیتا ہے جو امن کو بڑھاتی اور محبت و اخوت قائم کرتی ہے۔ پس مغربیت کے نقطۂ نگاہ اور ہمارے نقطۂ نگاہ میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہم صرف یہ چاہتے

ہیں کہ اخلاق پر تعلقات کی بنیاد ہو۔ جب ہم ایک مزدور سے کہتے ہیں کہ تُو اپنے حق پر اصرار نہ کر، تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہم اس کا حق تلف کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کے ساتھ ہی ہم امیر سے اس کا حق اسے دلواتے اور اسے تاکید کرتے ہیں کہ وہ بغیر مانگے کے غریب کو دے۔ پس اسلام کسی کا حق تلف نہیں کراتا۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ ہر چیز کی بنیاد اخلاق پر رکھتا ہے مگر مغربیت لُوٹ اور مار پر بنیاد رکھتی ہے۔ اسلام دونوں طرف سے قربانی اور ایثار پیدا کرتا ہے اور مغربیت دونوں طرف بغاوت اور ظلم کا مادہ پیدا کرتی ہے۔ غرض مغربیت کے متعلق بہت سے اصول ہیں جنہیں اِنْشَاءَ اللّٰہُ کسی اور وقت میں بیان کروں گا تا کہ لوگ سمجھ جائیں کہ مغربیت اور اسلام میں کتنا بڑا فرق ہے۔ سرِ دست میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تحریک جدید کے ماتحت مَیں نے مغربیت کے ازالہ کی کوشش بھی کی ہے۔ چنانچہ میں نے کہا آ ؤ اپنی زندگیاں خدمتِ دین کیلئے وقف کرو۔ اور وقف بھی اس طرح کہ خود کماؤ مگر خدمت دین کی کرو۔ یا اسی قسم کی اور بھی کئی مثالیں ہیں جیسے لباس میں سادگی، مکانات کی آرائش و زیبائش پر فضول اخراجات نہ کرنا، کفایت کو ہر کام میں ملحوظ رکھنا، عورتوں کا گوٹہ کناری کو ترک کرنا۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں جو مغربیت کے ازالہ کیلئے میں نے تجویز کی ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں جس دن ہم مغربیت کو کُچل دیں گے، اُس دن اسلام کی دوبارہ زندگی کے آثار پیدا ہو جائیں گے۔ کیونکہ مذہب ہمارے راستہ میں روک نہیں بلکہ ہمارے راستہ میں سب سے بڑی روک مغربیت ہے۔

چوتھا مقصد جو تحریکِ جدید سے میرے مدنظر تھا وہ یہ ہے کہ میں آئندہ فتن کیلئے جماعت کو ہوشیار کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے بہت غور کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ خالی اخلاص اس وقت تک کام نہیں آتا جب تک کسی کام کے کرنے کی مشق انسان کو نہ ہو۔ جو ماں کو اپنے بچہ سے اخلاص ہوتا ہے کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ کسی ڈاکٹر کو ہوسکتا ہے۔ ان دونوں کے اخلاص میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مگر بچہ کا علاج ماں نہیں کرسکتی بلکہ ڈاکٹر ہی کرسکتا ہے۔ سِل مشہور مرض ہے، زمیندار عام طور پر اسے ''کھنگ تاپ'' کہتے ہیں، یہ سِل کا مرض ایسا ہے کہ ہزاروں ڈاکٹروں میں سے کوئی ایک ڈاکٹر اس مرض کے علاج میں مہارت رکھتا ہے لیکن بعض زمینداروں سے جب ذکر ہو تو وہ کہہ دیں گے ہمارے پاس کھنگ تاپ کی ایسی دوا ہے جو کبھی خطا نہیں کرتی۔ اور واقعہ میں بعض اَدویہ عوام میں ایسی مشہور ہیں کہ ان کا اثر حیرت انگیز ہوتا ہے۔ مثلاً سنکونا کی چھال وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو زمیندار استعمال کیا کرتے تھے۔ مگر اب

ڈاکٹروں نے کونین وغیرہ دواؤں کی صورت میں ان کی شکل تبدیل کر دی۔ حال ہی میں کوڑھ کے علاج کیلئے چالموگرائل (CHAUL MOOGRA OIL) ایک مشہور دوا نکلی ہے جسے بنگال کے لوگ کوہڑیوں کے علاج میں آج سے کچھ عرصہ پہلے استعمال کیا کرتے تھے۔ اب اسے ڈاکٹروں نے شکل کی تبدیلی سے کوڑھ کا اعلیٰ علاج تسلیم کر لیا ہے اور ان چیزوں سے جو فائدہ ڈاکٹروں نے اُٹھایا ہے وہ زمینداروں نے نہیں اُٹھایا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ڈاکٹر اپنے فن کا ماہر ہوتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ فلاں دوا فلاں موقع پر استعمال ہوگی اور فلاں موقع پر نہیں یا فلاں فلاں دواؤں سے مل کر اس کی یہ تاثیر ہو جاتی ہے اور اگر الگ کھلائیں تو یہ تأثیر ہوتی ہے لیکن زمیندار ان باتوں کو نہیں جانتا۔ وہ اتنا ہی جانتا ہے کہ دوائی گھوٹی اور مریض کو پلا دی۔ چاہے وہ جیئے یا مرے۔ تو مشق انسان میں بہت بڑی طاقت پیدا کر دیا کرتی ہے۔ اگر ایک انسان کے ہاتھ میں لٹھ ہو مگر وہ اسے چلانا نہ جانتا ہو، تو اس لٹھ کے رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر وہ لٹھ چلانے کی مہارت رکھتا ہو تو ایک لٹھ سے ہی وہ کئی دشمنوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ہماری جماعت کے ایک دوست بنوٹ[۳] کے ماہر ہیں۔ وہ سنایا کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ان پر چالیس پچاس آدمیوں نے مل کر حملہ کر دیا مگر چونکہ بنوٹ کے ماہر تھے اس لئے انہوں نے ان کا مقابلہ کیا اور ان چالیس پچاس آدمیوں کو زخمی کر دیا۔ جب مقدمہ چلا اور معاملہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوا تو اس نے یہ ماننے سے ہی انکار کر دیا کہ ایک آدمی نے چالیس آدمیوں کو زخمی کر دیا ہے اور مقدمہ کو بے بنیاد قرار دیتے ہوئے خارج کر دیا۔ تو مہارت ایک ایسی چیز ہے کہ جب یہ پیدا ہو جائے تو جس چیز کی بھی مہارت ہو، اس سے انسان پوری طرح فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ لیکن اگر مہارت نہ ہو اور خالی اخلاص ہو تو وقت آنے پر اخلاص دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے اور کسی کام نہیں آ سکتا۔ مثلاً اگر کسی کے عزیز کا سر پھٹ جائے تو اس موقع پر اگر اسے فرسٹ ایڈ نہیں آتی تو چاہے اس کے غم میں سر پھوڑنے کیلئے تیار ہو جائے مگر اپنے عزیز کے سر سے خون نہیں بند کر سکے گا۔ یا مثلاً زخم پر پٹی باندھنا ہے، بظاہر انسان سمجھتا ہے کہ یہ معمولی بات ہے حالانکہ یہ کام بھی بغیر مشق کے نہیں آ سکتا۔ میرے گھٹنے میں ایک دفعہ درد ہوا۔ ڈاکٹر صاحب پٹی باندھ کر جائیں تو وہ دو دو دن تک بندھی رہے لیکن ایک دن پٹی مَیں نے خود باندھ لی۔ اُس دن باہر نماز پڑھانے کیلئے جو گیا تو میں نے دیکھا کہ پٹی میرے پاؤں میں پڑی ہوئی ہے۔ یا مثلاً دبانا ہے، لوگ اسے معمولی کام سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کام بھی بغیر مشق کے

نہیں آ سکتا۔ اب تو پہرے والے کسی کو آگے آنے نہیں دیتے لیکن اس سے پہلے دبانے کی مشق ہمیشہ مجھ پر ہوا کرتی تھی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میں نے دیکھا ہے آپ کئی دفعہ نماز کے بعد جلدی گھر تشریف لے جاتے۔ والدہ صاحبہ نے دریافت کرنا کہ اتنی جلدی آپ کیوں آ گئے؟ تو آپ نے فرمانا ایک ایسا دبانے والا مجھے دبانے لگ گیا تھا کہ مجھے اس سے سخت تکلیف ہوئی مگر چونکہ مجھے منع کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی، اس لئے آپ ہی اُٹھ کر اندر چلا آیا۔ مجھے خود بھی کئی دفعہ اسی طرح کی تکلیف ہوئی ہے۔ حالانکہ یہی دبانے کا کمال جب کسی کو حاصل ہو جائے تو لوگ بڑے شوق سے اُسے دبانے کیلئے بلاتے ہیں۔ لاہور میں ایک یوروپین ڈاکٹر تھا، اب تو وہ ولایت چلا گیا ہے، وہ محض پندرہ روپیہ فیس اس بات کی لیا کرتا تھا کہ مریضوں کو دباتا اور اِس عمدگی اور خوبی سے دباتا کہ محض دبانے سے کئی بیماریوں کا علاج کر دیتا۔ تو ہر چیز مشق سے آتی ہے، اس کے بغیر نہیں آ سکتی۔ حکومتیں چونکہ ان باتوں کو جانتی ہیں، اس لئے وہ ہمیشہ اپنے سپاہیوں کو مشق کراتی رہتی ہیں۔ لیکن جو اپنے سپاہیوں کو مشق کرانا چھوڑ دیں، ان کا سوائے اس کے کیا نتیجہ ہو سکتا ہے کہ دشمن حملہ کر کے ان کے ملک پر قابض ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ ایک بادشاہ کو خیال آیا کہ بِلا ضرورت فوجوں پر جو روپیہ خرچ کیا جاتا ہے، اس کی کیا ضرورت ہے۔ اگر ملک پر کبھی دشمن نے حملہ کیا تو سارے قصابوں کو بُلا کر میدان جنگ میں بھیج دیا جائے گا کہ جاؤ دشمن کا مقابلہ کرو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور فوجیوں کو ملازمت سے برطرف کر کے گھر بھیج دیا۔ جب دشمنوں کو پتہ لگا کہ بادشاہ نے ایسا عقلمندی کا حکم دیا ہے تو جھٹ انہوں نے حملہ کر دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ فوراً قصابوں کو جمع کر کے میدانِ جنگ میں بھیج دیا جائے۔ جب قصاب میدانِ جنگ میں گئے اور دشمن نے انہیں تلواروں سے ہلاک کرنا شروع کیا، تو وہ یک دم بھاگ کر بادشاہ کے دربار میں پہنچے اور کہنے لگے انصاف، انصاف، دہائی، دہائی!۔ بادشاہ نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا۔ حضور! وہاں کوئی انصاف نہیں ہو رہا۔ کہنے لگا کس طرح؟ انہوں نے کہا ہم باقاعدہ دو تین آدمی مل کر ان کے ایک آدمی کو پکڑتے اور اُسے لٹاتے ہیں، پھر چُھری چلا کر اسے ذبح کرتے ہیں۔ مگر وہ اتنے میں ہمارے پچاس آدمی مار دیتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی انصاف کی بات ہے۔ تو مشق اور مسلسل مشق کے بغیر کوئی کام نہیں آ سکتا اور اگر کوئی سمجھتا ہے کہ مجھے مشق کی ضرورت نہیں لیکن وقت پر میں کام کر لوں گا تو وہ اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے۔

میں نے دیکھا ہے جماعت میں بہت بڑا اخلاص ہے مگر جب ہجوم میں مَیں ہوتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ دوست مجھے رَوند کر چلے جائیں گے۔ اس کے مقابلہ میں یورپ میں دیکھ لو، وہاں اس طرح قطار باندھ کر لوگ کھڑے ہوتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ہلتا نہیں۔ اور اگر کوئی راستہ کاٹ کر آگے بڑھے تو اس کے متعلق سب لوگ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ یہ بہت بڑا بداخلاق ہے۔ پس اخلاق تمہارے اعلیٰ ہیں لیکن چونکہ انہوں نے مسلسل مشق کے بعد ایک اچھی عادت اختیار کر لی ہے، اس لئے جب کوئی آپ لوگوں کے اجتماع کو دیکھے اور پھر یورپین لوگوں کے اجتماع کو دیکھے تو وہ یہی کہے گا کہ مخلص یورپ کے رہنے والے ہیں۔ حالانکہ ان کے اندر اس اخلاص کا ہزارواں حصہ بھی نہیں جو تمہارے اندر پایا جاتا ہے۔ پس تحریکِ جدید سے ایک غرض میری یہ ہے کہ میں جماعت کو آئندہ فِتن کیلئے تیار کرنا چاہتا ہوں۔ اور اسے ایسی مشق کرانا چاہتا ہوں کہ جب کوئی مشکلات آئندہ زمانہ میں اسے پیش آئیں تو وہ دلیری سے اس کا مقابلہ کر سکے۔ میں نے دیکھا ہے ہماری جماعت کے ایک دوست ہیں۔ وہ سلسلہ کیلئے اتنی بڑی قربانی کرتے ہیں کہ اپنی آمد کا ۳/۴ حصہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں۔ اور ۱/۴ یا اس سے بھی کم حصہ وہ اپنے اخراجات کیلئے رکھتے ہیں۔ یہ بہت ہی مخلص ہیں اور ان میں خدمتِ دین کا بے انتہاء جوش ہے۔ انہوں نے تحریکِ جدید کے ماتحت اپنے بیٹے کو قادیان بھیجا اور بعد میں مجھے لکھا کہ گو ہم سب خدا تعالیٰ کیلئے قربانی کرتے ہیں مگر میرا بیٹا سب سے زیادہ قربانی کرتا ہے کہ وہ تحریکِ جدید کے بورڈنگ میں ہے اور اسے کھانا حسبِ عادت نہیں ملتا۔ اب چونکہ ان کے بچہ کو دال کھانے کی عادت نہ تھی، اس لئے یہ بات تو انہیں بہت بڑی قربانی نظر آئی لیکن اپنی آمد کا ۳/۴ حصہ دے دینا کوئی بڑی بات معلوم نہ ہوئی۔ صرف یہ سمجھا کہ میرا بچہ جو دال کھاتا ہے، یہ بہت بڑی قربانی ہے۔ تو کسی چیز کی عادت یا مشق نہ ہونے کی وجہ سے انسان کو بہت سی مشکلات پیش آیا کرتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل میں جس قدر اخلاص تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن انہیں تیز چلنے کی عادت نہ تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سیر کیلئے تشریف لے جاتے تو حضرت خلیفہ اوّل بھی ساتھ ہوتے مگر تھوڑی دور چل کر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تیز قدم کر لینے تو حضرت خلیفہ اوّل نے قصبہ کے مشرقی طرف قصبہ کے باہر ایک بڑ کا درخت ہے اس کے نیچے بیٹھ جانا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سیر سے واپس آنا تو پھر آپ کے ساتھ ہو لینا۔ کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کیا کہ حضرت مولوی صاحب

سیر کیلئے نہیں جاتے۔ آپ نے فرمایا وہ تو روز جاتے ہیں۔ اس پر آپ کو بتایا گیا کہ وہ سیر کیلئے ساتھ تو چلتے ہیں لیکن پھر بڑ کے نیچے بیٹھ جاتے ہیں اور واپسی پر پھر ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ حضرت خلیفہ اوّل کو اپنے ساتھ سیر میں رکھتے اور جب آپ نے تیز ہو جانا اور حضرت خلیفہ اوّل نے بہت پیچھے رہ جانا تو آپ نے چلتے چلتے ٹھہر جانا اور فرمانا مولوی صاحب فلاں بات کس طرح ہے۔ مولوی صاحب تیز تیز چل کر آپ کے پاس پہنچتے اور ساتھ چل پڑتے۔ تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام آگے نکل جاتے۔ تھوڑی دُور جا کر پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ٹھہر جاتے اور فرماتے مولوی صاحب! فلاں بات اس اس طرح ہے۔ مولوی صاحب پھر تیزی سے آپ کے پاس پہنچتے اور تیز تیز چلنے کی وجہ سے ہانپنے لگ جاتے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو اپنے ساتھ رکھتے۔ تیس چالیس گز چل کر پھر مولوی صاحب پیچھے رہ جاتے اور آپ پھر کوئی بات کہہ کر مولوی صاحب کو مخاطب فرماتے اور وہ تیزی سے آپ سے آ کر مل جاتے۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ اس طرح مولوی صاحب کو تیز چلنے کی عادت ہو جائے۔ یہ صرف تیز چلنے کی مشق نہ ہونے کا نتیجہ تھا کہ مولوی صاحب آہستہ چلتے۔ چونکہ طب کا پیشہ ایسا ہے کہ اس میں عموماً انسان کو بیٹھا رہنا پڑتا ہے اور اگر باہر کسی مریض کو دیکھنے کیلئے جانے کا اتفاق ہو تو سواری موجود ہوتی ہے اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو تیز چلنے کی مشق نہ تھی۔ ورنہ اخلاص آپ میں جس قدر تھا، اس کے متعلق خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

؎ چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمت نورِ دیں بودے

لیکن مشق نہ ہونے کی وجہ سے، منافق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ چل سکتے تھے حضرت مولوی صاحب نہیں چل سکتے تھے تو جب تک کسی کام کی مشق نہ کی جائے کبھی وقت پر آ کر وہ کام نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے میں نے محسوس کیا کہ اگر جماعت مختلف قسم کی قربانیوں کیلئے تیار نہیں رہے گی اور قربانیوں کا اس پر بوجھ نہیں ڈالا جائے گا تو مشکلات آنے پر اخلاص صرف مشغلہ بن کر رہ جائے گا، سلسلہ کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکے گا۔ پس میں نے ضروری سمجھا کہ ایسی قربانیوں کی عادت ڈالی جائے جو جسمانی آرام و آسائش پر اثر رکھنے والی ہوں۔ مثلاً میں نے کہا اپنے وطن کی قربانی کرو اور غیر ممالک میں اعلاءِ کلمہ اسلام کیلئے نکل جاؤ۔ اس کا علاوہ تبلیغِ اسلام کے یہ بہت بڑا فائدہ ہوگا کہ اگر کسی وقت جماعت کو اپنے وطن چھوڑنے پڑے تو وہ

آسانی سے اسے چھوڑنے کیلئے تیار ہو جائے گی۔ اگر یہ مشق میں اب نہ کراؤں تو جب جماعت پر فتن آئیں گے اُس وقت اسے سخت مشکلات پیش آئیں گی اور فوری طور پر وطنوں کی قربانی کرنا اس کیلئے مشکل ہو گا۔ اسی لئے میں نے کہا ہے کہ نوجوان اپنے گھروں سے نکلیں اور غیر ملکوں میں پھیل جائیں۔ لیکن چونکہ ابھی ہمارے ملک والوں کو غیر ممالک میں جانے کی عادت نہیں، اس لئے لوگ اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں حالانکہ ہم معمولی گزارہ بھی دیتے ہیں اور معمولی ابتدائی اخراجات بھی برداشت کرنے کیلئے تیار ہیں۔ لیکن اتنی سہولتوں کے باوجود تعلیم یافتہ لوگ تو جانے کیلئے تیار ہو جائیں گے لیکن باقی پھر بھی مختلف قسم کے عُذرات کرنے لگ جائیں گے۔ اس کے مقابلہ میں اہلِ عرب کی یہ حالت ہے کہ تم کسی عرب کو ذرا سی امداد کا بھی یقین دلاؤ تو وہ ہندوستان، چین، جاپان ہر جگہ جانے کیلئے تیار ہو جائے گا اور کبھی اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس کے عزیزوں کا کیا حال ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ عرب میں ہر گاؤں بلکہ ہر گھر میں ایسے لوگ ملتے ہیں جو سیر و سیاحت کیلئے چین چلے گئے یا جاپان کو نکل گئے یا ہندوستان آ گئے۔ اس وجہ سے باہر نکلنے پر وہ ذرا بھی تکلیف محسوس نہیں کرتے۔ اسی طرح انگریزوں کو دیکھ لو، وہ بیس بیس سال اپنے ملک سے باہر رہیں گے اور کچھ بھی پرواہ نہیں کریں گے۔ اس کے مقابلہ میں ہماری یہ حالت ہے کہ ہم ایک مبلّغ کو تین سال کیلئے باہر بھیجتے ہیں تو اس کی بیوی کے روتے روتے آنکھوں میں ککرے پڑ جاتے ہیں۔ ماں کُبڑی ہو جاتی ہے اور گو وہ مبلّغ شرم کے مارے کچھ نہیں لکھتا مگر اس کے دوست جو اس سے ملنے والے ہوں بیان کرتے ہیں کہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر وہ بھی روتا رہتا ہے۔ یہ نقص اس وجہ سے ہے کہ ہماری جماعت کے افراد کو باہر نکلنے کی عادت نہیں۔ اگر عادت ہو جائے تو غیر ملکوں میں جانا انہیں کچھ بھی دوبھر محسوس نہ ہو۔ اوڑ ضلع جالندھر کا ایک گاؤں ہے جس میں راول رہتے ہیں ان کے آدمی ہمیشہ تجارت کیلئے باہر رہتے ہیں اور اس وجہ سے انہیں احساس ہی نہیں کہ غیر ملکوں میں جانا بھی کوئی تکلیف کا کام ہے۔ بلکہ انہیں دیکھ دیکھ کر وہاں کے کئی راجپوت مجھے لکھتے رہتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے پاسپورٹ کا انتظام ہو جائے تو ہم بھی باہر جانا چاہتے ہیں۔ اور جب وجہ دریافت کی جائے تو کہہ دیتے ہیں کہ راول غیر ملکوں سے خوب کما کر لاتے ہیں، ہم بھی چاہتے ہیں کہ باہر نکلیں اور کمائیں۔ پس اگر ہماری جماعت کے افراد میں اس تحریک کے نتیجہ میں باہر جانے کی عادت ہو جائے گی تو انہیں وطن کی قربانی کا کچھ بھی احساس نہیں رہے گا۔

اسی طرح مثلاً ایک کھانا کھانے یا سادہ لباس پہننے میں یہ بھی حکمت ہے کہ جب مشکلات کا وقت آئے تو نہ کھانے کی روک ہماری جماعت کی راہ میں حائل ہو اور نہ لباس کی روک تکلیف میں مبتلا کر سکے۔ بلکہ وہ خیال کریں کہ اگر ہمیں وطن چھوڑنا پڑا ہے تو ہم پہلے بھی وطن چھوڑنے کے عادی ہیں اور اگر کھانے یا لباس میں دقّتیں حائل ہیں تو ہم پہلے ہی تھوڑا کھانے اور سادہ لباس پہننے کے عادی ہیں۔ پس وہ خوشی اور دلیری سے مشکلات کا مقابلہ کریں گے اور اپنے دل میں گھبراہٹ اور تکلیف محسوس نہیں کریں گے۔

تحریک جدید سے پانچواں امر میرے یہ مدنظر ہے کہ میں چاہتا ہوں ہمارا جو تبلیغی پروگرام ہے، اسے قریب ترین زمانہ میں انتہائی بعید علاقوں میں پہنچا دیا جائے۔ میرے نزدیک جب خدا تعالیٰ کا مامور دنیا میں آئے تو اس کے قریب کے زمانہ والوں کو ضرور ایسی برکات ملتی ہیں جو بعد میں آنے والوں کو نہیں ملتیں۔ اپنی جماعت کے لوگوں کو میں نے دیکھا ہے، وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں کتنی بڑی دولت دی۔ وہ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شناخت کی توفیق دی۔ اور انہیں یہ خیال نہیں آتا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہیں یا تابعی۔ اور صحابی اور تابعی کا درجہ اتنا بلند اور عظیم الشان ہے کہ دنیا میں اس کا اندازہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ہزارہا قسم کی غلطیاں ہیں جو بعد میں پیدا ہو جاتی ہیں اور بیسیوں ہلاکتیں ہیں جن میں بعد میں آنے والے مبتلا ہو جاتے ہیں۔

جنگِ جرمن و فرانس میں ایک دفعہ اس بات کا تجربہ کیا گیا کہ کس طرح بات دور پہنچتے ہوئے تبدیل ہو جاتی ہے۔ تمام سپاہیوں کو ایک لائن میں کھڑا کیا گیا۔ اور ایک سپاہی کو حکم دیا گیا کہ تم یہ کہو شہزادہ ویلز آتے ہیں۔ اس نے یہ بات کہی اور باقی سپاہیوں میں سے ہر ایک نے اس فقرہ کو دُہرانا شروع کیا لیکن جب آخری سپاہی نے وہ فقرہ دُہرایا تو فقرہ کی شکل بدلتے بدلتے اب یہ رہ گئی تھی۔ ''مجھے دو آنے دو''۔

اسی طرح جو پیغام اللہ تعالیٰ کے انبیاء دنیا میں لایا کرتے ہیں، زمانہ کے بُعد کی وجہ سے اس کی شکل میں بہت بڑی تبدیلی ہو جاتی ہے۔ اب اس قرآن کے مقابلہ میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کیا، اس قرآن کو رکھ کر جو غیر احمدی پیش کیا کرتے ہیں دیکھو کہ کیا غیر احمدیوں کے ہاتھ میں قرآن نے آ کر اسی طرح اپنی شکل تبدیل نہیں کر لی جس طرح فرانس کے میدان میں سپاہیوں میں ''شہزادہ ویلز آتے ہیں'' کا فقرہ بدلتے بدلتے یہ

بن گیا تھا کہ ’’دو آنے دے دو‘‘۔ جس قرآن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، اسے پڑھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ خدا کہتا ہے میں تمہارے گھروں میں چل کر آ گیا۔ میں نے تمہارے لئے کامیابیاں اور کامرانیاں مقدر کر دیں اور میں نے تمہیں اس لئے پیدا کیا ہے کہ تم دنیا پر غالب آ ؤ۔ مگر غیر احمدیوں کے پاس جو قرآن ہے، وہ مسلمانوں کو بتاتا ہے کہ تم گر گئے، دنیا کی نگاہوں میں تم ذلیل اور رُسوا ہو گئے اور جیتے جی تم جہنم میں داخل ہو گئے۔ اب بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اور کس طرح الٰہی پیغام کے مفہوم کی شکل تبدیل ہو گئی۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے جوں جوں بُعد ہوتا چلا جائے گا بہت سی باتوں میں تغیر ہوتا جائے گا۔ میں نے دیکھا ہے وہی آیتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کیں، اب وہی آیتیں جب بعض لوگ پیش کرتے ہیں تو دشمن اس پر بیسیوں اعتراض کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے استدلال کو پوری طرح سمجھا نہیں ہوتا۔ ہمارے ایک دوست تھے، وہ اچھے عالم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرب تھے مگر نقص یہ تھا کہ وہ قوتِ گویائی نہیں رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ان کا ایک لطیفہ کسی نے سنایا۔ وہ وفاتِ مسیح پر کسی مخالف سے بحث کرنے لگے تو کہنے لگے وفاتِ مسیح کا مسئلہ تو صاف ہے اس کے ثبوت میں تو قرآن مجید میں تیس آیتیں پائی جاتی ہیں۔ مخالف نے کہا کہ آپ ایک آیت پیش کریں انہوں نے کوئی آیت پیش کی۔ مگر استدلال کے نقص کی وجہ سے اس آیت کا وفاتِ مسیح کے ثبوت میں جو امتیازی رنگ تھا اسے چھوڑ دیا۔ مخالف نے استدلال پر اعتراض کیا تو یہ کہنے لگے اچھا اسے چھوڑ واور دوسری آیت سنو دوسری آیت پیش کی تو اس نے پھر کوئی اعتراض کر دیا۔ وہ کہنے لگے اچھا اسے بھی چھوڑ و اور تیسری آیت لو۔ بتانے والے نے بتایا کہ اسی طرح ہوتے ہوتے تیسوں آیتیں ختم ہو گئیں آخر انہوں نے یہ کہہ کر بحث بند کر دی کہ تجھ کو تو باتیں بہت بنانی آتی ہیں۔ تو زمانہ کے بُعد کی وجہ سے بہت بڑا فرق ہو جاتا ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ اسے مدنظر رکھتے ہوئے ہم قریب ترین عرصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مصفّٰی تعلیم دنیا کے مختلف کونوں میں پہنچا دیں تا کہ اسے بڑھنے اور پنپنے کا موقع مل جائے۔ اور اگر خدانخواستہ بعد میں کسی ایک جگہ نقص پیدا ہو جائے تو دوسرے مقامات اسے دور کر سکیں۔ ورنہ اگر ایک مرکز پر ہی ساری دنیا کا انحصار ہو، تو اس مرکز کے بگڑ جانے کی وجہ سے صحیح تعلیم دنیا سے مفقود ہو سکتی ہے۔ جس طرح اگر کسی کتاب کا ایک ہی نسخہ ہو تو

اس کے بگڑنے سے بہت زیادہ خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔لیکن اگر بہت سے نسخے ہوں تو کسی میں اگر بگاڑ بھی پیدا ہو تو اس کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔اسی طرح اگر ایک ہی مرکز ہو تو اس کے بگڑنے سے صحیح تعلیم کا میسر آنا ناممکن ہو جاتا ہے۔لیکن اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک اور مصفّٰی تعلیم کے بہت سے مراکز دنیا کے مختلف گوشوں میں قائم کر دیئے جائیں تا جہاں خرابی پیدا ہو جائے ،اس جگہ کی دوسرے مرکز اصلاح کر سکیں ،تو صحیح تعلیم دنیا کو ہر وقت میسر آ سکے گی۔ جیسے آج قرآنِ مجید پر گو کفّار اور کئی اعتراض کرتے ہیں لیکن وہ اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ صحابہ کے زمانہ میں ہی قرآن مجید کی تعلیم یورپ اور دنیا کے دوسرے کونوں میں پہنچ گئی تھی۔اور اس وجہ سے باوجود قرآن مجید کے معانی پر اعتراض کرنے کے وہ اس کی لفظی صحت اور درستی سے انکار نہیں کر سکتے۔اسی طرح ہم بھی چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم دنیا کے مختلف حصوں میں اس کی اصلی شکل میں پہنچا دیں۔

بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم وہی ہے جو آپ کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔مگر کئی باتیں ایسی ہیں جو جماعت احمدیہ کے تعامل سے معلوم ہوتی ہیں۔جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنت کے متعلق بتایا کہ یہ اُن عملی کارروائیوں کو کہا جاتا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے احکام کی تشریح کیلئے کیں۔اسی طرح کتابوں کے علاوہ جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکمل تعلیم موجود ہے کئی باتیں ایسی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے عمل سے معلوم ہوتی ہیں۔اور اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہماری زندگیوں میں ہی مختلف ممالک میں احمدیت کی تعلیم کے مرکز قائم ہو جائیں۔پس قریب سے قریب زمانہ میں دُور سے دُور علاقوں میں مراکزِ احمدیت قائم کرنا تحریکِ جدید کا ایک مقصد ہے۔

چھٹا امر میرے مدِّنظر یہ ہے کہ افرادِ جماعت کو ایک نظام کے ماتحت کام کرنے کی عادت ڈالی جائے۔نظام کی پابندی کی عادت ایک حد تک ہماری جماعت کے اندر پائی جاتی ہے۔مگر ابھی اس میں وسعت کی ضرورت ہے اور ابھی یہ عادت بعض حدود میں مقیّد ہے۔مثلاً ہماری جماعت میں چندہ کا نظام تو ایسا ہے کہ دنیا اس پر حیران ہے۔جس احمدی کے حالات کا بھی جائزہ لیا جائے معلوم ہوگا کہ وہ آنہ یا پیسہ فی روپیہ ضرور چندہ دیتا ہے۔میں یہ نہیں کہتا کہ ہماری جماعت میں چندہ دینے میں کمزور لوگ نہیں ہیں مگر مخلصین کی تعداد اتنی

زیادہ ہے کہ دشمن بھی اس پر حیران ہے لیکن باقی شعبوں میں ابھی اس پابندی کی ضرورت ہے۔
اور اس تحریک کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ افرادِ جماعت کو ایک نظام کے ماتحت کام کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ چندوں کے لحاظ سے تو ہماری جماعت کو مشق ہے۔ گو اس میں بھی ابھی اور مشق کی ضرورت ہے لیکن باقی کاموں میں جو جسمانی اور عقلی ہوتے ہیں جماعت سے کوتاہی ہو جاتی ہے اور جب مطالبہ کیا جاتا ہے تو جماعت کے افراد اس میں رہ جاتے ہیں۔ مثلاً میں نے چندہ کے طور پر ساڑھے ستائیں ہزار روپیہ کی تحریک کی تو ایک لاکھ سات ہزار آٹھ سَو اڑتالیس روپیہ کا جماعت نے وعدہ کیا اور ۹۵ ہزار سے کچھ زیادہ وصول بھی ہو گیا۔ لیکن جب میں نے افراد سے مطالبہ کیا کہ دس ہزار احمدی اپنے آپ کو اس غرض کیلئے پیش کریں کہ انہیں تبلیغ کیلئے باہر بھیجا جا سکے تو بجائے دس ہزار کے صرف چار یا پانچ سَو ایسے آدمی تھے جنہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اب چندہ ساڑھے ستائیس ہزار مانگا گیا تو جماعت نے ایک لاکھ سے زیادہ کا وعدہ اور ۹۵ ہزار نقد جمع کر دیا۔ گو یہ بھی الٰہی تصرف کے ماتحت تھا کیونکہ ضرورت ساڑھے ستائیس ہزار سے بہت زیادہ روپیہ کی پڑ گئی بلکہ ابھی اپریل تک اسی روپیہ سے کام چلانا ہے۔ مگر بہرحال چندہ میں ایک نمایاں فرق تھا۔ اور جتنا مطالبہ کیا گیا اس سے چار گُنا زیادہ رقم جماعت نے جمع کر دی۔ لیکن جب تبلیغ کیلئے افراد کا مطالبہ کیا گیا تو بیس گُنا کم اس مطالبہ کو پورا کیا گیا، جو ثبوت ہے اس بات کا کہ ابھی جماعت کو پوری طرح ایک نظام کے ماتحت کام کرنے کی عادت نہیں۔ اس نقص کی وجہ سے جس بات کی انہیں عادت ہے وہ کام تو کر لیتے ہیں لیکن جس کام کی عادت نہیں، اس میں رہ جاتے ہیں۔ میری غرض تبلیغ کو اس رنگ میں وسیع کرنے سے یہ ہے کہ ملک میں ایک شور پڑ جائے اور ہر کوئی جاگ اُٹھے۔ پھر یہ بھی مقصد ہے کہ اس طرح جب ہماری جماعت کے لوگوں کو ایک دوسرے کے ماتحت کام کرنا پڑے گا تو انہیں ماتحتی کی عادت ہو جائے گی۔ اور نظام کے ماتحت وہ نہایت سہولت کے ساتھ کام کرتے چلے جائیں گے۔ تحریک کے ماتحت جو تبلیغ ہو رہی ہے، اس میں بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص جو تنخواہ میں کم اور لیاقت میں بھی دوسروں سے کم ہوتا ہے پہلے تبلیغ کیلئے جاتا ہے اور اسے وہاں کا امیر مقرر کر دیا جاتا ہے اور جو لوگ زیادہ علم رکھنے والے یا زیادہ پوزیشن رکھنے والے ہوں، انہیں اس کے ماتحت کر دیا جاتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جماعت کے احباب کو جہاں نظام کے ماتحت کام کرنے کی عادت پڑے گی، وہاں ناجائز بڑائی کی عادت بھی جاتی رہے گی۔ اور وہ اپنی برتری کے خیال

کی وجہ سے دوسرے کو حقیر نہ سمجھا کریں گے۔ اس مقصد کے اور بھی بہت سے حصے ہیں مگر چونکہ میں اس پہلو کو لمبا نہیں کر سکتا، اس لئے اسے چھوڑتا ہوں۔

ساتواں مقصد اس تحریک میں مَیں نے یہ مدنظر رکھا ہے کہ جماعت کے افراد کی علاوہ جماعتی رنگ میں تربیت کرنے کے فردی تربیت کی جائے۔ اور گو فردی تربیت چندوں سے بھی ہوتی ہے مگر تحریکِ جدید میں مَیں نے ایسے بہت سے اصول رکھے ہیں جن پر عمل کرنے سے فردی تربیت ہوتی اور نفس کا کِبر ٹوٹتا ہے۔ کئی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس تحریک کے ماتحت کام کر کے بتایا کہ پہلے ہمیں خیال تھا کہ مسائل کے متعلق دلائل ہم جانتے ہیں مگر جب باہر جا کر کام کرنا پڑا تو ہمیں پتہ لگا کہ بہت کمی ہے۔ پہلے ہمیں یقین تھا کہ ہم وفات مسیح وغیرہ مسائل کے دلائل جانتے ہیں لیکن کام کرتے اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے وقت پتہ لگا کہ ہمیں وہ دلائل نہیں آتے۔ چنانچہ اس پر بعضوں نے دریافت کیا کہ سلسلہ کا لٹریچر مسائل کے بارے میں کون کونسا ہے تا اسے منگوا کر ہم اپنی معلومات بڑھائیں۔ اور انہوں نے لکھا کہ ہمیں بڑی شرمندگی ہوئی جب باہر جا کر ہم نے کام کیا اور ہمیں پتہ لگا کہ ہم احمدیت کے مسائل کے متعلق مکمل علم نہیں رکھتے۔ چنانچہ اب وہ اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی طرح تحریکِ جدید کے ماتحت اس رنگ میں افراد کی تربیت ہوتی ہے کہ انہیں محنت و مشقّت سے کام کرنا پڑتا ہے۔ شہری آدمی جب کسی گاؤں میں رہتا اور اسے تبلیغ کرنی پڑتی ہے تو محنت و مشقّت سے کام کرنے کی وجہ سے اس کے نفس کی بہت کچھ اصلاح ہو جاتی ہے۔ پچھلے دنوں بعض آدمیوں نے میرے پاس شکایت کی اور لکھا کہ شہریوں کو شہر میں اور دیہاتیوں کو دیہات میں تبلیغ کیلئے مقرر کرنا چاہئے۔ میں نے انہیں کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ اس طرح کام لینے سے میری غرض ہی یہ ہے کہ شہری بھی محنت و مشقّت سے کام کرنے کے عادی بنیں اور دیہات کی تکلیفیں برداشت کر کے اور کچھ عرصہ دیہاتی طرزِ رہائش اختیار کر کے ان میں اور دیہاتیوں میں جو جُدائی اور بُعد ہے وہ دُور ہو جائے، میں اس کو ہٹا کس طرح سکتا ہوں۔ پس اس تحریک کا ایک مقصد یہ ہے کہ فردی تربیت مکمل ہو جائے۔

آٹھواں مقصد اس تحریک کا یہ ہے کہ سلسلہ کے مرکز قادیان کو مضبوط کیا جائے۔ تفصیلات کی میں ضرورت نہیں سمجھتا مگر اس قدر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ

جماعت نے اس معاملہ میں بہت کچھ کام کیا ہے۔ چنانچہ اب دو سَو مکان سالانہ خدا تعالیٰ کے فضل سے قادیان میں بن رہا ہے اور بہت سے دوست زمینیں بھی خرید رہے ہیں۔ یہ اور بعض دوسرے ذرائع سے امید ہے آئندہ جماعت پوری طرح کام کر کے دشمن کو مرکزِ سلسلہ پر حملہ کرنے کی طرف سے بالکل ناامید کر دے گی۔ مگر اس کی طرف مزید توجہ کی ضرورت ہے اور رہے گی۔

نویں غرض یہ ہے کہ علاوہ ایک مقررہ نظام کے ماتحت تبلیغ کرنے کے بعض علاقوں میں تبلیغ ایک خاص منظّم صورت میں کی جائے۔

مَیں نے تبلیغ کے مسئلہ پر بڑا غور کیا ہے اور اس کے متعلق ویسے ہی علوم میرے دماغ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے موجود ہیں جس طرح کہ علوم کسی بڑے سے بڑے جرنیل کے دماغ میں لڑائی کو کامیاب بنانے کے متعلق ہوتے ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں اب تک جو تبلیغ کا طریق ہماری طرف سے اختیار کیا جاتا رہا ہے، وہ حقیقی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اس زمانہ کو اشاعت کا زمانہ قرار دیا تھا، وہاں ضروری تھا کہ ہمارے دماغ میں تبلیغ کے متعلق نئی سے نئی تدابیر پیدا ہوتی رہتیں اور ہم ان ایجادات سے کام لے کر تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا میں ہلچل مچا دیتے۔ مَیں نے سوچا ہے کہ اگر جنگی اصول کے مطابق تبلیغ کے اصول مقرر کئے جائیں تو ہمیں بہت زیادہ کامیابی کی توقع ہوسکتی ہے جیسے ملک میں فوجی ضروریات کے ماتحت بعض دفعہ فوج بڑھائی جاتی ہے اسی طرح تبلیغ کا دائرہ بھی وسیع کر دیا جائے اور بہت زیادہ لوگوں کو یکدم تبلیغ پر لگا دیا جائے تو اس کے نتائج نہایت اعلیٰ نکل سکتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں قدرتی طور پر ایسے سامان میسر تھے اور وہ جِد وجُہد کو برابر جاری رکھتے چلے جاتے تھے مگر اب چونکہ اس قسم کے سامان نہیں اس لئے مَیں نے تبلیغ کو وسیع کرنے کیلئے کچھ حلقے تجویز کئے ہیں۔ اس کے متعلق سکیم میرے ذہن میں ہے اور مَیں یقین رکھتا ہوں اگر اس سکیم کے مطابق عمل کیا جائے تو جلد ہی ہمیں خدا تعالیٰ کے فضل سے یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا [۴] کا نظارہ نظر آنے لگے۔ اس وقت تک اس سکیم کے ماتحت تین چار مرکز تبلیغ کے قائم کئے گئے ہیں مگر اس کے لئے مجھے ایسے والنٹیئروں کی ضرورت ہے جنہیں ان علاقوں میں کام پر لگایا جائے تا کہ کام کو مضبوط کیا جا سکے۔ مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک جماعت میں ایسے لوگوں کی بہت کمی ہے جو رضاکارانہ طور پر اپنے آپ کو تبلیغ کیلئے پیش کریں جس قدر دوست اس وقت یہاں بیٹھے ہیں اگر ان میں سے نصف

بھی اپنے آپ کو تبلیغ کیلئے پیش کر دیں تو ان مرکزوں کے علاوہ اور کئی مقامات پر تبلیغ کے نئے مرکز قائم کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ضرورت ایسے مبلّغین کی ہے جو اپنے آپ کو پیش کریں اور ہم اُن سے کام لیں۔

دسواں مقصد اس تحریک سے میرے یہ مدنظر ہے کہ تبلیغ کے جو مستقل شعبے ہوں ان کیلئے مستقل فنڈ قائم کر دیئے جائیں تا کہ ہنگامی کاموں پر ان کا روپیہ صرف نہ ہو جائے۔ میں نے دیکھا ہے، بہت سا نقص ہمارے کاموں میں اس لئے واقع ہوتا ہے کہ مستقل شعبوں کیلئے مستقل فنڈ نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری مثال بعض دفعہ ان سپاہیوں کی سی ہو جاتی ہے جن کے پاس بندوقیں بھی ہوں، مشین گنیں بھی ہوں، تلواریں بھی ہوں، مگر لڑائی کا اعلان ہو تو معلوم ہو کہ ان کے پاس گولہ بارود نہیں ہے۔ لڑائی تو آخر ہنگامی کام ہے جسے بہر حال کرنا پڑے گا۔ اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ پہلے سے اتنا گولہ بارود خرید کر رکھ لیا جائے جسے بعد میں ہر موقع پر استعمال کیا جائے۔ اس لئے لازماً گولہ بارود وقت پر بنانا پڑے گا۔ لیکن اگر اس کیلئے کافی روپیہ موجود نہ ہو تو جنگ کس طرح کی جا سکتی ہے۔ پس اگر فوج موجود ہو، توپیں موجود ہوں، سپاہیوں کو فنونِ جنگ کی مشق بھی ہو، مگر گولہ بارود نہ ہو تو کچھ نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح اگر مستقل شعبوں کیلئے ہمارے پاس مستقل فنڈ نہ ہو گا اور تمام چندوں کا روپیہ انہی پر خرچ ہو جائے گا تو لازماً ہنگامی کاموں کے وقت جن کے بغیر تبلیغ کی سکیم مکمل نہیں ہو سکتی، نقصان پہنچے گا۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ ہمارے مبلّغ جتنا کام کر سکتے ہیں، اس کا چوتھا حصہ بھی وہ کام نہیں کرتے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فارغ رہتے ہیں اور بعض دفعہ اتنا کرایہ نہیں ہوتا کہ انہیں تبلیغ کیلئے باہر بھیجا جا سکے۔ پس میں نے اس تحریک میں ایک مقصد یہ بھی مدنظر رکھا ہے، گو تحریک کی سکیم میں شامل اسے کچھ عرصہ بعد کیا ہے کہ مستقل کاموں کیلئے مستقل فنڈ قائم کئے جائیں اور ہنگامی کاموں کیلئے ہنگامی چندے کر لئے جائیں تا کہ مستقل شعبوں کا روپیہ ہنگامی کاموں پر خرچ ہو کر ہمارے ہاتھ بند نہ ہو جائیں۔

یہ دس بنیادی اصول ہیں جو اس تحریک میں مَیں نے مدنظر رکھے ہیں۔ اور گو اور بھی بہت سے اصول اس میں رکھے گئے ہیں مگر یہ دس بنیادی اصول ہیں۔ جن میں سے ایک تو بعد میں شامل کیا گیا ہے مگر باقی تو شروع تحریک سے شائع کردہ سکیم میں شامل تھے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ تحریکِ جدید کو ہم کتنی ہی ضروری چیز قرار دیں یہ لازمی بات ہے کہ اگر اس تحریک کا اثر

پہلے کاموں کے خلاف پڑے تو پھر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہم ہر دلعزیز والا کام کریں تو سلسلہ کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچائیں گے۔ مثل مشہور ہے کہ کوئی آدمی تھا جو لوگوں کے ہر کام میں حصہ لیتا اور جب کوئی اسے کام کرنے کو کہتا تو وہ انکار نہ کرتا۔ لوگوں نے اس کا نام ہر دلعزیز رکھ دیا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ دریا کے کنارے بیٹھ جاتا اور جب کسی نے دوسرے کنارے جانا ہوتا تو اسے کندھے پر بٹھا کر پہنچا دیتا۔ ایک دن ایک شخص آیا اور کہنے لگا میاں ہر دلعزیز! مجھے دوسرے کنارے پہنچا دو اس نے اسے اُٹھا لیا اور چل پڑا لیکن ابھی دریا کے نصف میں ہی پہنچا تھا کہ پیچھے سے ایک اور شخص نے آواز دی۔ میاں ہر دلعزیز! جلدی آنا مجھے نہایت ضروری کام ہے۔ اس نے پہلے شخص کو دریا میں ہی کھڑا کیا اور دوسرے کو لانے کیلئے چل پڑا۔ جب اسے لے کر تھوڑی دور ہی پہنچا تھا کہ پیچھے سے ایک تیسرے شخص نے آواز دیدی کہ میاں ہر دلعزیز! خدا کیلئے ادھر آنا، مجھے بہت جلد دریا کے پار جانا ہے۔ اس نے دوسرے شخص کو بھی دریا میں کھڑا کیا اور تیسرے کو لینے کیلئے واپس آیا۔ جب اسے لے کر چل پڑا تو ابھی چوتھائی فاصلہ ہی اس نے طے کیا تھا کہ دریا میں زور کا بہاؤ آ گیا۔ وہ لوگ چونکہ تیرنا جانتے نہیں تھے۔ اس لئے پہلے نے آواز دی میاں ہر دلعزیز! جلدی آنا، میں ڈوبا۔ وہ اسے چھوڑ کر پہلے کی طرف بھاگا۔ اتنے میں دوسرے نے آواز دیدی میاں ہر دلعزیز! پہلے میری طرف آنا۔ وہ دوسرے کی طرف متوجہ ہوا تو تیسرے نے آواز دیدی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کسی کو بھی نہ بچا سکا اور تینوں ڈوب گئے۔

پس اگر تحریکِ جدید میں حصہ لے کر کسی نے میاں ہر دلعزیز والا معاملہ کرنا ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اسی لئے پچھلے سال میں نے اعلان کر دیا تھا کہ تحریکِ جدید میں وہی لوگ حصہ لیں جو اپنے مستقل چندوں میں کسی قسم کی کمی نہ آنے دیں اور اگر ان کے ذمہ کوئی بقایا ہو تو اسے ادا کر دیں۔ اور اگر وہ نہ تو فرض چندوں میں کمی کرتے ہیں اور نہ بقائے رہنے دیتے ہیں تو پھر ان کا حق ہے کہ اس تحریک میں حصہ لیں۔ اس کے مطابق گزشتہ سال دوستوں نے ایسی اعلیٰ روح دکھائی کہ انجمن کے بہت سے بقائے وصول ہو گئے اور تحریک جدید میں بھی بہت سا روپیہ وصول ہوا۔ مگر اس سال پچھلے سال کے مقابلہ میں جماعت کے لوگوں پر اُلٹا اثر ہے۔ چنانچہ صدر انجمن کے چندوں میں دسمبر کے مہینہ میں گذشتہ سال کے اس ماہ کے مقابلہ میں دس ہزار کی کمی واقع ہو گئی ہے ادھر تحریکِ جدید کے چندہ میں بھی زیادتی نہیں ہوئی۔ حالانکہ بظاہر خیال کیا

جا سکتا ہے کہ اگر صدر انجمن کے چندوں میں کمی آئی ہے تو تحریکِ جدید کے چندہ میں زیادتی ہوئی ہوگی۔ مگر صدر انجمن کے چندوں کی تو یہ حالت ہے کہ اس میں دسمبر کے مہینہ میں گذشتہ سال کے مقابلہ میں دس ہزار کی کمی ہے۔ اور ادھر تحریکِ جدید میں پچھلے سال اِس وقت تک بیس ہزار روپیہ جمع ہو گیا تھا مگر اس سال صرف ساڑھے پانچ ہزار روپیہ جمع ہوا ہے۔ یہ وہی ہر دلعزیز والی بات ہے کہ ہر کام میں حصہ لیا مگر کسی کام کو بھی مکمل نہ کیا۔ پس میں پھر دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ جو دوست اپنے دوسرے چندہ کو تحریکِ جدید کے چندہ میں منتقل کرتے ہیں وہ سلسلہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے۔ یہ صدر انجمن کا حق ہے کہ وہ استثنائی حالات میں کسی خاص شخص کی مجبوریوں کو دیکھتے ہوئے اسے مستقل چندہ دوسری طرف منتقل کرنے کی اجازت دیدے۔ مگر آپ لوگوں کو اختیار نہیں کہ خود بخود مستقل چندے ادھر منتقل کر دیں۔ اور جو لوگ اس قسم کا طریق اختیار کئے ہوئے ہیں وہ سلسلہ کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچاتے ہیں۔ پس دوستوں کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ تحریک جدید میں صرف انہی لوگوں کا چندہ لیا جائے گا جو اپنے بقائے ادا کریں گے اور مستقل چندہ بھی پوری طرح دیں گے۔ وہ لوگ جنہوں نے تحریکِ جدید کے دوسرے سال کا چندہ لکھوا دیا ہے مگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بقائے ادا نہیں کر سکیں گے اور نہ مستقل چندہ ادا کر سکیں گے وہ اب بھی اپنا وعدہ واپس لے لیں۔ قربانی وہی کرے جو کر سکتا ہے اور اتنی کرے جتنی کر سکتا ہے۔ جو شخص قربانی کرنا نہیں چاہتا مگر اپنا نام پیش کر دیتا ہے، وہ منافقت سے کام لیتا ہے۔ اور جو شخص قربانی ہی نہیں کر سکتا مگر پھر بھی اپنا نام پیش کر دیتا ہے، وہ بیوقوفی سے کام لیتا ہے۔ بعض لوگ ان مختلف تحریکات کو سُن کر کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس قدر چندہ آئے کہاں سے جبکہ دینے والے وہی لوگ ہیں جو پہلے دیا کرتے تھے۔ میرے سامنے تو کوئی نہیں کہتا لیکن پسِ پردہ بعض لوگ اس قسم کی باتیں کہہ دیا کرتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو سمجھانے کیلئے کہتا ہوں کہ تحریک جدید کا چندہ نفلی اور طوعی ہے۔ اور اس کا دینا ہر شخص کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ پس جبکہ یہ چندہ طوعی ہے اور اس کا ادا کرنا ہر شخص کی مرضی پر موقوف ہے تو مرضی والا چندہ اس کے فرض چندہ کے راستہ میں روک کس طرح بن سکتا ہے۔ میں اعلان کر چکا ہوں کہ وہی شخص اس چندہ میں حصہ لے جو پہلے فرضی چندہ ادا کرے بلکہ فرضی چندوں کے بقائے بھی دے۔ پس جبکہ میں نے یہ شرط رکھی ہے کہ وہی شخص تحریکِ جدید کے چندہ میں حصہ لے جو مستقل چندوں اور ان کے بقاؤں کو ادا کرے تو جو شخص سب چندے ادا کر کے اس تحریک میں حصہ لیتا ہے اس

کے متعلق یہ کہنا کہ وہ کہاں سے دے بیوقوفی نہیں تو اور کیا ہے۔ جب میں نے یہ شرط رکھی ہے کہ وہی شخص اس چندہ میں حصہ لے جو پہلے انجمن کے چندے ادا کرے اور آئندہ کے متعلق وعدہ کرے کہ میں اپنے شوق سے اس قدر رقم دینے کیلئے تیار ہوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شرط کے بعد جو شخص تحریکِ جدید میں چندہ لکھواتا ہے، وہ کہتا ہے کہ مجھ میں یہ طاقت ہے کہ بقائے ادا کروں، مجھ میں یہ طاقت ہے کہ مستقل چندے دوں اور مجھ میں یہ طاقت ہے کہ ان تمام چندوں کے باوجود تحریک جدید میں اس قدر حصہ لوں۔ پس کیا عجیب بات نہیں کہ تحریکِ جدید میں حصہ لینے والا اپنے منہ سے تو اپنی حالت کے متعلق یہ خبر دیتا ہے کہ مجھ میں ان تمام چندوں کی ادائیگی کی طاقت ہے اور منافق کہتا ہے کہ وہ دے کہاں سے۔ یہ تو ایسی ہی مثال ہے جیسے ہماری پنجابی زبان میں کہتے ہیں ''گھروں مَیں آیاں سنیہے تو دیویں''۔ یعنی گھر سے تو میں آیا ہوں اور وہاں کی خبریں تم بتاتے ہو۔ پس اگر میری شرط کے باوجود چندہ لکھوانے والا سچا ہے تو منافق کا یہ کہنا کہ وہ کہاں سے دے بیوقوفی ہے۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو جھوٹے کے ہم ذمہ وار کس طرح ہو سکتے ہیں۔ پھر یاد رکھنا چاہئے کہ جو خرچ کرنے والا حکم تھا اسے تو میں نے نفلی رکھا ہے اور میں نے کہہ دیا کہ خواہ ایک شخص کی لاکھ روپے ماہوار آمد ہو اور وہ تحریک جدید میں حصہ نہ لینا چاہے تو بے شک حصہ نہ لے۔ لیکن جو آمد بڑھانے والا حکم تھا، اسے میں نے واجب کر دیا ہے۔ چنانچہ میں نے کہا کہ سینما نہ دیکھو یہ جبری حکم ہے۔ اور اس طرح جو کچھ بچا وہ گویا جبری طور پر میں نے ان لوگوں کو دیا جو سینما دیکھا کرتے تھے۔ پس جو کچھ میں نے مانگا وہ نفلی ہے اور جو میں نے بچا کر دیا وہ واجب ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص اعتراض کرتا ہے تو وہ سوائے منافق کے اور کون ہو سکتا ہے۔

میرا دوسرا جواب یہ ہے کہ جو شخص یہ پوچھتا ہے کہ ایسا شخص چندہ دے گا کہاں سے۔ میں اسے کہتا ہوں کہ وہ ایمان سے دے گا۔ ایک بے ایمان انسان یہ دیکھا کرتا ہے کہ فلاں کی جیب میں کیا ہے؟ لیکن ایک ایماندار شخص یہ نہیں دیکھا کرتا کہ میری جیب میں کیا ہے بلکہ وہ اپنے دل کو دیکھتا ہے اور خدا تعالیٰ سے اسے ایسا تعلق ہوتا ہے کہ وہ کہتا ہے جب میں قربانی پر آمادہ ہوں گا تو میرا خدا مجھے دے گا۔ صحابہؓ کو دیکھو ان کی کیا حالت تھی۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے چندے کا اعلان کیا۔ ایک صحابی نے اس اعلان کو سنا تو اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ اور ٹوکری اُٹھا کر کہنے لگے میں مزدوری کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے جو بھی کوئی شخص مزدوری دے میں وہ لینے کیلئے تیار

ہوں۔ کسی نے کہا یہ کیوں؟ انہوں نے کہا میں نے یہ رقم چندہ میں دینی ہے۔ آخر انہوں نے مزدوری کی اور شام کو جو غلہ ملا، وہ رسول کریم ﷺ کے سامنے لاکر رکھ دیا۔ مجلس میں کچھ منافق بھی بیٹھے تھے۔ وہ تھوڑے سے غلہ کو دیکھ کر مسکرائے اور کہنے لگے روما کے ملک کے ساتھ اس غلہ سے جنگ کی تیاری ہوگی[۵]۔ مگر رسول کریم ﷺ نے ان دانوں کو قبول فرمایا اور اپنے عمل سے فرما دیا کہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ان دانوں کی بہت بڑی قیمت ہے۔ تو مومن اپنی جیبوں سے چندہ نہیں دیتا بلکہ دل سے دیتا ہے۔ البتہ منافق جیب سے دیتا ہے، اس لئے مومن کی نگاہیں اور طرف ہوتی ہیں اور منافق کی نگاہیں اور طرف۔

پس جو شخص تحریک جدید کا چندہ ایمان سے لکھوائے گا، وہ ایمان والی قربانی کر کے اسے پورا بھی کر دے گا۔ مثلاً کسی شخص نے تحریکِ جدید میں پانچ روپیہ چندہ لکھوایا ہے اور وہ اسے پورا کرنا چاہتا ہے تو اگر اس کے پاس اور کوئی ذریعہ نہ ہو، تو وہ یہی کہہ دے گا کہ میں دو وقت دال روٹی کھانے کی بجائے ایک وقت دال روٹی کھا کر دوسرے وقت کے کھانے کے پیسے جمع کرتا رہوں گا اور اس طرح چندہ ادا کر دوں گا۔ غریب شخص آخر کروڑ دو کروڑ روپیہ تو نہیں لکھوا سکتا۔ وہ اگر لکھوائے گا بھی تو پانچ دس یا بیس روپے۔ اور غریب آدمی اگر ایمان کے ساتھ وعدے کرے تو پانچ دس یا بیس روپے ادا کرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے توفیق مل جائے گی۔ وہ ایک وقت کے کھانے کو اُڑا دے گا۔ کپڑوں میں زیادہ سادگی اور کمی اختیار کرے گا اور اس طرح روپیہ ادا کرے گا۔ پس میں نے اس قربانی کو نفلی رکھا ہے۔ پھر ایمانداروں کو بلایا ہے، ان لوگوں کو نہیں بلایا جن میں اس میں حصہ لینے کی طاقت نہیں۔ اور جن میں طاقت ہوگی، میں امید کرتا ہوں کہ وہ اسے ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں گے۔

میں ایک دفعہ پھر اس موقع پر تاکید کر دیتا ہوں کہ تحریکِ جدید میں وہی شخص شامل ہو جو وعدہ کو پورا کرنے کی توفیق رکھتا ہو اور جو سمجھتا ہو کہ پہاڑ ٹل جائیں تو ٹل جائیں مگر میں اپنے وعدہ سے نہیں ٹل سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں ایسے احباب کی کمی نہیں۔ اور اگر ہو بھی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے پتہ لگتا ہے کہ یہ کام آخر ہو کر رہے گا۔ اور کسی روک کی وجہ سے چاہے وہ کتنی بڑی ہو یہ کام رک نہیں سکتا۔ آپ کا الہام ہے کہ **یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَاءِ**[۶] یعنی تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کی طرف ہم آسمان سے وحی نازل کریں گے۔ پس مجھے روپے کی فکر نہیں، اللہ تعالیٰ خود ایسے

آدمی لائے گا جن کے دلوں میں الہاماً وہ یہ تحریک پیدا کرے گا کہ جاؤ اور چندے دو اس لئے مجھے کوئی گھبراہٹ نہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں اگر ہماری جماعت کا ایمان بڑھ جائے تو موجودہ چندوں سے چار گُنے زیادہ چندے وہ دے سکتی ہے۔ اور اگر آپ سب لوگ ایماندار بن کر ایمان کے ایک خاص مقام پر پہنچ جائیں تو موجودہ چندوں سے چار گُنے کیا، اس سے بھی زیادہ دے سکتے ہیں۔

پس جہاں میں یہ تاکید کرتا ہوں کہ انجمن کے چندوں پر تحریکِ جدید کے چندہ کا کوئی اثر نہ پڑے، بلکہ اس کے بقائے بھی ادا کئے جائیں وہاں تحریکِ جدید کے چندہ کیلئے بھی کہتا ہوں۔ پچھلے دنوں صدر انجمن کے چندوں میں اس قدر کمی ہوگئی کہ جلسہ سالانہ کی تیاری کیلئے سامان تک بروقت خریدا نہ جاسکا بلکہ ایک واقعہ کا مجھے سخت دکھ ہے۔ ہمارے ایک مبلّغ کا لڑکا فوت ہوگیا۔ چونکہ تین تین ماہ تک کی کارکنوں کو تنخواہیں نہیں ملیں اس لئے لڑکے کی والدہ اس کے فوت ہونے سے تین دن پہلے پانچ روپیہ قرض لینے کیلئے میرے پاس آئی۔ مگر اتفاقاً میرے پاس بھی اُس وقت روپے نہیں تھے، وہ خالی چلی گئی۔ دوسرے دن گواُسے روپے میں نے بھجوا دیئے مگر میرے دل پر اس کا نہایت ہی گہرا اثر ہے کہ بعض دفعہ جماعت کی غفلتیں کس قدر دردناک نتائج پیدا کر دیا کرتی ہیں۔

پس ایک طرف تو میں بقایوں کی ادائیگی اور مستقل چندوں میں حصہ لینے کی طرف احباب کو توجہ دلاتا ہوں اور دوسری طرف تحریکِ جدید میں حصہ لینے کی نصیحت کرتا ہوں۔ یہ نفلی چندہ ہے اور ہر شخص کی مرضی پر منحصر ہے۔ پس جو دے سکتا ہے دے اور اپنے ایمان کی خاطر دے، مجھ پر اس کا کوئی احسان نہیں۔ مَیں تو وہ انسان ہوں کہ بچپن میں اپنی ذاتی ضرورت کیلئے میں نے کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی کچھ نہیں مانگا۔

مجھے جب کوئی ضرورت پیش آتی، میں خاموش ہو جایا کرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سمجھ جاتے کہ اسے کوئی ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ ہماری والدہ صاحبہ سے کہتے کہ اس کو کوئی ضرورت معلوم ہوتی ہے، پتہ لو یہ کیا چاہتا ہے۔ پس جن سے مانگنے کا مجھے حق تھا' میں نے تو ان سے بھی کبھی نہیں مانگا کُجا یہ کہ آپ لوگوں سے اپنے لئے مانگوں۔ بعض مخلص احباب مجھ سے اکثر دریافت کرتے رہتے ہیں کہ آپ کیلئے ہم کیا تحفہ لائیں۔ میں خاموش رہتا ہوں اور کچھ نہیں کہتا۔ بعض بار بار پوچھتے ہیں کہ ہم فلاں چیز لانا چاہتے ہیں کیسی لائیں؟ تو بھی میں جواب نہیں

دیتا کیونکہ میں سمجھتا ہوں جب وہ مجھ سے پوچھیں کہ ہم کیسی چیز لائیں اور میں کہوں اس اس قسم کی چیز لائیں تو ان پر چٹی پڑ جائے گی اور خواہ مخواہ وہ چیز اُنہیں لانی پڑے گی۔ تو پوچھنے کے باوجود میں دوستوں کو نہیں بتاتا کہ وہ کیسی چیز لائیں۔

ایک دفعہ ایک دوست میرے پیچھے پڑ گئے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی موٹر کیلئے جن چیزوں کی ضرورت ہوا کرے مَیں مُفت مہیا کیا کروں۔ میں نے بہت ردّ کیا لیکن وہ اپنے اصرار میں بڑھتے گئے۔ آخر ان کے اصرار سے مجبور ہو کر میں نے کہا کہ اچھا میں آپ کو چیزوں کا آرڈر بھجوا دیا کروں گا۔ آپ چاہیں تو مفت دے سکتے ہیں، چاہیں تو قیمت وصول کیا کریں۔ وہ دوست مجھے موٹر کے متعلق اشیاء مہیا کر دیتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے کہ ان کے شدید اصرار پر میں نے آرڈر بھجوانا منظور کیا تھا اور وہ پھر اپنی طرف سے بطور تحفہ چیزیں بھجوا دیتے ہیں لیکن میرے دل پر اب بھی اس کا بوجھ ہی رہتا ہے اور میں کوشش کرتا ہوں کہ جس قیمت کو وہ روپیہ کی شکل میں نہیں لیتے دعاؤں کی صورت میں ادا کر دوں۔ اس کے سِوا میری زندگی میں اور کوئی واقعہ نہیں کہ کسی کے کہنے پر بھی میں نے کوئی چیز طلب کی ہو۔

پس جو دوست اس تحریک میں حصہ لینا چاہتے ہیں، وہ محض خدا تعالیٰ کی رضاء کے لئے حصہ لیں نہ کہ میری ذات کیلئے اور میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس تحریک میں ہندوستان کے اُردو بولنے والے علاقہ کا وہی شخص حصہ لے سکتا ہے جو پندرہ جنوری تک اپنا وعدہ لکھوا دے۔ اس کے بعد اگر کسی شخص نے وعدہ کیا یا روپیہ بھیجا تو اس کا وعدہ اور روپیہ ردّ کر دیا جائے گا۔ بعض جماعتوں کے پریذیڈنٹ اور سیکرٹری بہت سُست ہوتے ہیں اور وہ اپنی جماعت کے افراد کو یہ کہہ کر تسلی دیتے رہتے ہیں کہ چندہ لکھا دیا جائے گا۔ انہیں یہ مشکل نظر آتی ہے کہ اگر باقی لوگوں کی طرف سے چندہ کا وعدہ لکھا گیا تو انہیں بھی وعدہ کرنا پڑے گا اور اس طرح پریذیڈنٹ یا سیکرٹری کی غفلت کی وجہ سے وقت گزر جاتا ہے اور باقی لوگ بھی ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ پس میں تمام دوستوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے لوگوں کیلئے آخری تاریخ پندرہ جنوری ہے۔ اس کے بعد کا کوئی وعدہ ہندوستان والوں کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ دوستوں کو چاہئے کہ ہر ایک تک میرا وہ خطبہ پہنچا دیں جو مَیں نے تحریک جدید کے متعلق پڑھا تھا اور کسی پر اصرار نہ کریں کہ وہ ضرور وعدہ لکھوائے اور نہ یہ اصرار کریں کہ زیادہ لکھوائے۔ اگر کوئی شخص سَو روپیہ چندہ دے سکتا ہے لیکن وہ پچاس روپے دیتا ہے تو اس سے

زیادتی کا مطالبہ نہ کریں اور اگر کوئی وعدہ نہیں کرتا تو اس پر اصرار نہ کریں۔ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ لوگوں تک خبر پہنچا دو کہ اس قسم کی تحریک ہوئی ہے اس کے بعد جو شخص وعدہ لکھانا چاہے اس کی طرف سے خط لکھوا کر بھجوا دیں اور جو زیادہ نہیں دے سکتا وہ کم سے کم پانچ روپیہ دے اور جو پانچ روپے بھی نہیں دے سکتے، ان سے میری یہ خواہش ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس تحریک کو بابرکت کرے اور اس کے مفید اور خوشکن نتائج جلد سے جلد پیدا کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ مجھے اس بات کا فکر نہیں کہ روپیہ کہاں سے آئے گا مجھے یہ فکر ہے کہ دیانت اور امانت سے کام لینے والے کارکن میسر آتے رہیں اور ایسے لوگ سلسلہ کو ملیں جو ایک پیسہ بھی ضائع کرنے والے نہ ہوں [۷]۔ پس جو لوگ تحریک جدید کے کسی چندہ میں حصہ نہیں لے سکتے وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس تحریک میں کام کرنے والوں کو ایسی توفیق عطا فرمائے کہ سلسلہ کا ایک پیسہ بھی ضائع نہ ہو اور ان کے کام نہایت اعلیٰ نتائج پیدا کرنے والے ہوں۔ میں ہمیشہ دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس تحریک کو بابرکت کرے اور تمام کام کرنے والوں کو اخلاص اور دیانت وامانت سے کام لینے کی توفیق دے اور میں اپنے دوستوں سے بھی امید کرتا ہوں کہ وہ یہ دعا کرتے رہا کریں۔

اب میں اس تحریک کی بعض دوسری باتوں کو لیتا ہوں۔ میں نے جماعت کو سادہ زندگی اختیار کرنے کو کہا ہے اور سادہ زندگی بسر کرنا فرض نہیں، نفلی ہے۔ یعنی جو چاہے اختیار کرے اور جو چاہے نہ کرے۔ مگر میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس کے بغیر جماعت میں قربانی کا صحیح مادہ کسی صورت میں پیدا نہیں ہوسکتا اور نہ روحانیت کا اعلیٰ مقام حاصل ہوسکتا ہے۔ اور اگر تم سمجھو کہ اس کے بغیر تم روحانیت کا مقام حاصل کر لو گے تو یہ نفس کو دھوکا دینے والی بات ہے۔

بے شک یہ نفلی قربانی ہے مگر بعض نفلی قربانیاں بھی بہت بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ نوافل کے ذریعہ ہی خدا تعالیٰ کا قُرب حاصل ہوسکتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جو شخص سادہ زندگی اختیار نہیں کرتا وہ احمدی نہیں مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ وہ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ [۸] ہے بالکل ممکن ہے، اس کا ایمان ضائع ہو جائے۔ ممکن ہے اس کا ایمان ایسا مضبوط ہو کہ اسے کوئی ٹھوکر نہ لگے۔ مگر یہ ممکن بہت شاذ ہے اور اس کے ایمان کی سلامتی کی بہت کم امید ہوسکتی ہے۔ علاوہ ازیں سادہ زندگی اختیار نہ کرنے کے نتیجہ میں نہ وہ اخوت پیدا ہوگی جس سے روحانی سلسلے ترقی کیا کرتے ہیں اور نہ غربت وامارت کا امتیاز

دور ہوگا۔

یاد رکھو! انبیاء کے ابتدائی زمانہ میں پُر تکلف زندگیاں انسان کے ایمان کو تباہ کر دیا کرتی ہیں اس لئے جہاں تک ہو سکے کوشش یہ ہونی چاہئے کہ تمہارا روپیہ اچھے کاموں میں خرچ ہو۔ تم اپنی جائدادیں بڑھاؤ، غریبوں کی ہمدردی کرو، اشاعتِ احمدیت کرو، مگر کھانے پینے اور پہننے میں بنئے کے سے بُخل کی وجہ سے نہیں بلکہ مومن کی سی سادگی کی وجہ سے تمہارا وہی حال ہونا چاہئے جو ایک بنئے کا ہوتا ہے۔ سادہ زندگی کی وجہ سے کئی نیک تحریکات ہوتی ہیں جن میں انسان حصہ لے سکتا ہے۔

ایک طالب علم نے مجھے لکھا مَیں چونکہ غریب ہوں، اس لئے تحریکِ جدید سے پہلے میرا یہ خیال تھا، اگر میں شادی کروں تو ولیمہ نہیں کروں گا۔ مگر اب بڑی آسانی ہوگئی۔ میں نے چند سیر گوشت لے کر اس کا پتلا سا شوربہ بنالیا اور چند دوستوں کو بُلا کر کھِلا دیا۔ اگر یہ تحریک جاری نہ ہوتی تو چونکہ پلاؤ زردہ کے بغیر کوئی ولیمہ نہیں سمجھا جاتا اس لئے مجھے بڑی مشکل پیش آتی اور ثواب سے میں محروم رہتا۔ غرض سعدیؒ کی سی دعوتِ شیراز میں نے آپ لوگوں کے لئے پیدا کر دی ہے اور میں سمجھتا ہوں، اس تحریک کے ماتحت بہت سے لوگ زائد ثواب کما سکتے ہیں۔ ایک تحریک مَیں نے بیکاری کو دور کرنے کے متعلق کی تھی۔ میں نے اس کے متعلق پچھلے ہفتہ میں ایک خطبہ بھی پڑھا ہے۔ اور اس خطبہ کے پڑھنے اور سننے کے بعد بھی اگر جماعت میں یہ تحریک پیدا نہ ہو کہ وہ بیکاری کو دور کرے تو یہ ایک موت کی علامت ہوگی۔ میں نے اس خطبہ کو دوبارہ پڑھا ہے۔ اور میری طبیعت پر یہ اثر ہے کہ وہ خطبہ اپنے اندر ایک الہامی رنگ رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بہت اچھا بولنے کی توفیق دی ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں بہت سے آدمیوں کی نسبت مَیں اچھا اور بعض سے بہت اچھا بول سکتا ہوں۔ مگر بعض باتیں اپنے اندر ایسی روحانی لہر رکھتی ہیں جو عام باتوں سے ممتاز ہوتی ہیں۔ بعض تحریرات اور تصنیفات میں میرے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوا ہے۔ چنانچہ احمدیت اور دعوۃ الامیر کے بعض حصے ایسے ہیں جن کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ خدائی تائید شامل ہے اور وہ انسانی الفاظ نہیں رہے بلکہ خدا تعالیٰ کے القاء کردہ الفاظ ہو گئے ہیں۔ قرآن مجید کا تو ہر لفظ الہامی ہے مگر قرآن مجید کے ظل کے طور پر بعض دفعہ خدا تعالیٰ اپنے بعض بندوں کی زبان پر بھی الہامی کلمات جاری کر دیا کرتا ہے۔ اس خطبہ کے بعض حصوں کے متعلق بھی مجھ پر یہ اثر ہے کہ ان کے پیچھے

ملائکہ کام کر رہے ہیں اور وہ انسانی الفاظ نہیں رہے بلکہ خدائی نصرت ان میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے پھر میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ بیکاری ایک لعنت ہے اسے جس قدر جلد دور کر سکتے ہو دور کرو اور یاد رکھو جب تک بیکاری دور نہیں ہوگی، جماعت میں صحیح اخلاق کبھی پیدا نہیں ہو سکتے۔

مَیں نے قادیان کے متعلق ایک سکیم بھی بنائی تھی جس کے مطابق تحریکِ جدید کے چندہ کے ایک حصہ کو بطور رأس المال نفع مند کاموں پر لگا کر جو منافع حاصل ہو، اس سے اس قسم کے کام جاری کرنے کی تجویز ہے جن میں عورتیں، نابینا اشخاص اور غرباء بھی حصہ لے سکیں۔ مثلاً ٹوکریاں بنانا، چکیں بنانا، ازار بند اور پراندے وغیرہ بنانا۔ اسی طرح میرے مدنظر اس قسم کے بھی کام ہیں۔ جیسے میز کُرسیاں بنانا، لوہے کا کام اور اسی طرح کی دوسری چیزیں جو دِسَاوَر[9] کے طور پر بھیجی جا سکتی ہیں۔ میں نے تحریک کی تھی کہ جو دوست ان کاموں سے واقف ہوں وہ مشورہ دیں کہ کیا کیا کام جاری کئے جائیں۔ اس پر بعض دوستوں نے نہایت اعلیٰ مشورے دیئے ہیں۔ گو اس کے مقابلہ میں بعض تجربہ کاروں نے ایسے بھونڈے مشورے دیئے ہیں کہ انہیں پڑھ کر ہنسی آتی ہے۔ لیکن بعض اور دوستوں نے واقع میں ایسے لطیف مشورے دیئے ہیں کہ ان کی بنیاد پر نہایت اعلیٰ کام جاری کئے جا سکتے ہیں۔ میں پھر اس موقع پر تحریک کرتا ہوں کہ اگر کسی نے میرا وہ خطبہ نہ پڑھا ہو تو اَب جن جن دوستوں کو ایسے کام معلوم ہوں جنہیں تھوڑے سے روپیہ سے شروع کیا جا سکے اور بیکاری دُور ہو، وہ خطوط کے ذریعہ مجھے اطلاع دے دیں۔ اور جو ان کاموں میں مہارت رکھتے ہیں، وہ بھی اپنے تجربہ سے آگاہ کریں۔

ایک تحریک مَیں نے یہ کی تھی کہ تبلیغ کیلئے دوست اپنے آپکو وقف کریں تا انہیں ایک، دو یا تین ماہ کیلئے مختلف مقامات پر تبلیغ کیلئے بھیجا جا سکے۔ میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ جماعت میں رُوح ہونی چاہئے کہ جس طرح وہ مالی قربانی کرتی ہے اسی طرح جسمانی قربانی میں بھی حصہ لے۔ تین ماہ یا دو ماہ یا ایک ماہ تبلیغ کیلئے دے دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ سرکاری ملازم بھی اپنی چُھٹیوں کو وقف کر سکتے ہیں بے شک بعض سرکاری ملازمتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں انسان کو چھٹی نہیں ملتی۔ پھر بعض لوگ ایسی ڈیوٹیوں پر مقرر ہوتے ہیں جن سے انہیں لمبے عرصہ کیلئے فارغ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ان استثنائی صورتوں کے علاوہ باقی جس قدر ملازم، زمیندار، تاجر اور پیشہ ور

ہیں اور جنہیں چُھٹیاں مل سکتی ہیں، میں ان سب کو تحریک کرتا ہوں کہ ایک یا دو یا تین ماہ جتنا عرصہ کوئی دے سکے تبلیغ کیلئے دے۔ یہ بھی نفلی نیکی ہے اور میں اس کیلئے کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ لیکن یہ بتا دیتا ہوں کہ اگر جماعت نے اس پر عمل نہ کیا تو اس کے نتائج نہایت خطرناک نکلیں گے۔ جماعت کی ترقی کیلئے یہ چیز نہایت ضروری ہے۔ اور ہر فرد بشر کو آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں ایک نظام کے ماتحت اس میں لازمی طور پر حصہ لینا پڑے گا۔ اور اگر تمام جماعت یا اس کا بیشتر حصہ اس تحریک میں حصہ لے کر مشق نہیں کرے گا۔ تو بہت لوگ وقت پر کچے دھاگے ثابت ہونگے جو ٹُوٹ جائیں گے۔ تبلیغ ایک اہم فریضہ ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر کیا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی صحیح صورت میں اسلام اور احمدیت کو ہمارے سامنے پیش کیا اور جو آپ نے تعلیم دی وہ اس قدر دلکش ہے کہ اگر ہم اس کو اصل صورت میں دنیا کے سامنے پیش کریں تو یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی عدل اور انصاف رکھنے والا شخص اسے ردّ کر سکے بلکہ دنیا کا عقلمند اور دانا طبقہ اس بات پر مجبور ہوگا کہ اسے مانے۔ ایسی اعلیٰ اور مفید چیز کے ہوتے ہوئے بھی اگر ہم دنیا کو گمراہی میں مرنے دیں تو ہم پر بہت بڑی ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔

پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنی چُھٹیوں کو تبلیغ کیلئے وقف کریں تاجر اصحاب اپنی تجارتوں میں سے وقت نکالیں اور اسے احمدیت کی تبلیغ میں صرف کرنے کیلئے ہمارے سامنے پیش کریں، زمیندار اپنی زمینداری سے فارغ وقت نکالیں اور اسے احمدیت کی تبلیغ میں لگائیں، ملازم اصحاب اپنی ملازمتوں سے چُھٹی لے کر اسے تبلیغ کیلئے وقف کر دیں۔ میں بتا چکا ہوں کہ کوئی احمدی ایسا نہیں جس کے مقابلہ میں اس سے کمزور شخص دنیا میں موجود نہ ہو۔ پس یہ نہ کہو کہ ہم تبلیغ کیلئے جا نہیں سکتے، ہم عالم نہیں۔ ہر احمدی سے زیادہ کمزور آدمی دنیا میں موجود ہے۔ پھر احمدی ہونے سے تو انسان کی عقل پہلے سے بہت زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں تو یہ وہم کرنا بھی غلطی ہے کہ ہم تبلیغ کیونکر کریں گے۔

پانچویں تحریک یہ ہے کہ پیشہ ور لوگ اپنے آپ کو وقف کریں تا انہیں ہندوستان یا ہندوستان سے باہر ایسی جگہ بھیجا جا سکے جہاں وہ تبلیغ بھی کر سکیں اور مالی فائدہ بھی اُٹھا سکیں۔ ہمارے ملک کے پیشہ ور عموماً ایسی جگہوں پر کام کرتے ہیں جہاں ان کا کام نہیں چلتا۔ اگر وہ اپنے آپ کو پیش کریں تو انہیں ایسی جگہوں پر بھیجا جا سکتا ہے جہاں ان کا کام بھی چل سکے اور

تبلیغ بھی ہوتی رہے۔ ہمارے ملک میں کوئی نظام نہیں، ہر بات لوگ اندھا دُھند کریں گے۔ اگر ایک گاؤں میں دو لوہاروں کی گنجائش ہے تو اس جگہ بیس لوہار کام کر رہے ہونگے۔ مگر بعض دوسری جگہوں پر جہاں دس یا بیس لوہاروں کی ضرورت ہوگی، وہاں ایک لوہار بھی نہ ملے گا۔ یہ ایک غلط طریق ہے جس کے ماتحت کام کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہزارہا لوہار، نجار اور دوسرے پیشہ ور بیکار پھرتے ہیں انہیں کوئی کام نہیں ملتا اور جو کام کرتے ہیں وہ بھی تنزل میں گرے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کی آمد سے بمشکل ان کا گزارہ ہوتا ہے۔ اگر ان میں تقسیمِ عمل ہوتی تو یہ حالت ہرگز نہ ہوتی۔ مثلاً باقی ملکوں میں یہ قاعدہ ہے کہ زمیندار زمین کے مناسبِ حال اجناس کی کاشت کرتے ہیں اور اگر کوئی زمین بعض اجناس کی کاشت کیلئے نامناسب ہوتی ہے تو ان چیزوں کی کاشت اس میں نہیں کرتے۔ لیکن ہمارے زمیندار کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر چیز اپنی زمین میں بونے کی کوشش کرے گا۔ دو مرلہ میں موٹھ بو دیگا، دو مرلہ میں مسور بو دیگا کچھ حصہ گندم بو دے گا کچھ حصہ میں گنّا بو دے گا اور کوشش کرے گا کہ ساری چیزیں اس کے کھیت میں ہو جائیں۔ اس کے مقابلہ میں دوسرے ملکوں والے جہاں گنّا اچھا ہوگا، وہاں گنّا بوئیں گے، جہاں گندم اچھی ہوگی وہاں گندم بوئیں گے اور جہاں موٹھ اچھے ہونگے وہاں موٹھ بوئیں گے اور اس طرح زمین سے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کریں گے۔ اس کے برخلاف ہمارے ملک کے زمینداروں کے طریق عمل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غلّہ بھی ضائع ہوتا ہے، زمین بھی ضائع ہوتی ہے، وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی زمیندار وہی کرتے جارہے ہیں جس کے عادی ہو چکے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا نقص ہے جو تقسیمِ عمل کے نہ ہونے کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ یہی نقص پیشہ وروں کی تقسیم میں بھی ہے اور اس کی وجہ سے بعض علاقوں میں مثلاً لوہار کو دو آنے بھی روزانہ نہیں ملتے لیکن بعض علاقوں میں وہ دو دو روپیہ تک کما لیتے ہیں۔ پس کیوں ہماری جماعت کے پیشہ ور تحریکِ جدید سے فائدہ نہیں اُٹھاتے اور کیوں ہمارے سامنے اپنے آپ کو پیش نہیں کرتے۔ ہمیں ایسی جگہیں معلوم ہیں جہاں نجاری کا کام بہت اچھا ہوسکتا ہے، ایسی جگہیں معلوم ہیں جہاں معماری کا کام بہت اچھا ہوسکتا ہے اور ایسی جگہیں معلوم ہیں جہاں آہن گری کا کام بہت اچھا ہوسکتا ہے۔ بے شک پہلے کام کے چلانے میں کچھ دقتیں واقع ہوں گی اور لوگ احمدی پیشہ وروں سے کام کرانے میں ہچکچاہٹ محسوس کریں گے لیکن آہستہ آہستہ جب ہم نجاروں کو ایسی جگہ لگائیں گے جہاں نجار نہیں، معماروں کو ایسی جگہ لگائیں گے جہاں معمار نہیں، حکیموں کو

ایسی جگہ لگائیں گے جہاں حکیم نہیں، اور لوہاروں کو ایسی جگہ لگائیں گے جہاں لوہار نہیں تو مجبور ہو کر لوگ احمدی پیشہ وروں سے کام کرانے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اسی لئے میں نے مختلف اضلاع کی سروے کرائی ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں جن اضلاع کی سروے کرائی گئی ہے، ان میں جو لوہار، ترکھان یا پیشہ ور احمدی بیکار ہیں، انہیں پھیلا دوں۔ تمام گاؤں کے نقشے ہمارے پاس موجود ہیں اور ہر مقام کی لسٹیں ہمارے پاس ہیں جن سے پتہ لگ سکتا ہے کہ ان گاؤں میں پیشہ وروں اور تاجروں کی کیا حالت ہے۔ اس ذریعہ سے میں چاہتا ہوں کہ اپنی جماعت کے پیشہ ور بیکاروں کو ان علاقوں میں پھیلا دوں۔ جہاں لوہار نہیں وہاں لوہار بھجوا دیئے جائیں، جہاں معمار نہیں وہاں معمار بٹھا دیئے جائیں، جہاں حکیم نہیں وہاں حکیم بھجوا دیئے جائیں۔ اس سکیم کے ماتحت اگر ہماری جماعت مختلف علاقوں میں پھیل جائے تو جہاں ہمارے بہت سے تبلیغی مرکز ان علاقوں میں قائم ہو سکتے ہیں وہاں لوگ بھی مجبور ہوں گے کہ احمدیوں سے کام لیں۔ اس طرح ان کی بیکاری بھی دور ہوگی اور تبلیغی مرکز بھی قائم ہو جائیں گے۔ بلکہ لکھے پڑھے لوگ کئی گاؤں میں مدرسے بھی جاری کر سکتے ہیں چنانچہ ہمارے پاس ایسی بیسیوں لسٹیں موجود ہیں جہاں مدرسوں کی ضرورت ہے یا حکیموں کی ضرورت ہے یا کمپونڈروں کی ضرورت ہے۔ مگر انہیں مدرّس، حکیم اور کمپونڈر نہیں ملتے۔ اسی طرح ہندوستان سے باہر بھی ہم بعض پیشہ وروں کو بھیجنا چاہتے ہیں جہاں بعض کام عمدگی سے کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ بعض قسم کے پیشہ ور چین میں اچھا کام کر سکتے ہیں۔ مثلاً چین کے مغربی حصہ میں پیشہ وروں کی بہت ضرورت ہے۔ اگر وہاں لوہار چلے جائیں تو اعلیٰ درجہ کا کام کر سکتے اور کافی مالی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس ذریعہ سے تبلیغ بھی ہوتی رہے گی۔

غرض دنیا کے ایسے حصے جہاں تجارتی کام اعلیٰ پیمانے پر جاری کئے جا سکتے ہیں۔ ہم نے معلوم کئے ہیں اور ہر جگہ کے نقشے تیار کئے ہیں۔ ان علاقوں میں تھوڑی سی ہمت کر کے ہم بیکاروں کو کام پر لگا سکتے اور بہت سے تبلیغی سنٹر قائم کر سکتے ہیں۔ اور یہ کام ایسا اعلیٰ ہوا ہے کہ جس کی اہمیت ابھی جماعت کو معلوم نہیں۔ اور گو یہ معلومات کا تمام ذخیرہ ابھی صرف چند کاپیوں میں ہے لیکن یورپ والوں کے سامنے یہ کاپیاں پیش کی جائیں تو وہ ان کے بدلے لاکھوں روپے دینے کیلئے تیار ہو جائیں۔ مگر افسوس ابھی ہماری جماعت نے اس کام کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔ اسی طرح میں تجارتی طور پر مختلف مقامات کے نقشے بنوا رہا ہوں اور اس امر کا پتہ لے رہا

ہوں کہ چین اور جاپان اور دوسرے ممالک کے کس کس حصہ میں کون کون سی صنعت ہوتی ہے تا کہ ہم اپنی جماعت کے تاجروں یا ان لوگوں کو جو تجارت پیشہ خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں، ان علاقوں میں پھیلا دیں۔ اس کے متعلق بہت سی لطیف معلومات کا ذخیرہ جمع ہو رہا ہے۔ جو دوست تجارت کے متعلق کوئی مشورہ لینا چاہیں وہ مشورہ کر لیں۔ جب موقع آئے گا انہیں کسی موزوں علاقہ میں تجارت کیلئے بھیج دیا جائے گا۔ اور اگر معلوم ہوگا کہ وہ دیانتداری سے کام کرنے والے ہیں تو شروع میں ایک قلیل رقم بطور امداد بھی دی جا سکے گی۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ جائیداد ہو جس کی ضمانت پر اسے روپیہ دیا جا سکے۔ تا اگر کوئی روپیہ کھا جائے تو اس کی واپسی کا انتظام ہو سکے اور دوسری شرط یہ ہے کہ سینکڑوں یا ہزاروں کی رقم کا مطالبہ نہ ہو۔

پس دوستوں کو یہ امر مدنظر رکھنا چاہئے کہ جن حالات میں سے سلسلہ اس وقت گزر رہا ہے، ان کے ماتحت خاص ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننا بُری بات ہے مگر چونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ تمام باتیں سکھائی ہیں، اس لئے میں یہ کہنے سے نہیں رہ سکتا کہ اگر کسی حکمران قوم کو یہ باتیں بتائی جاتیں تو اس میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک قوتِ عملیہ کی لہر دوڑ جاتی۔ لیکن چونکہ ہماری قوم ایک عرصہ سے محکوم چلی آ رہی ہے اور زندگی کی روح اس میں نہیں رہی، اس لئے اس کے بہت سے افراد میں اس سکیم کی اہمیت اور اس کی باریکیوں کو سمجھنے کی اہلیت نہیں ہے۔ اگر تمام جماعت اس سکیم کی اہمیت اور اس کے اغراض و مقاصد کو سمجھ جائے تو تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا میں ایک انقلاب پیدا ہو جائے۔

یاد رکھو جو باتیں میں نے جماعت کی ترقی کیلئے پیش کی ہیں، وہ نہ ہٹلر کی سکیموں میں ہیں نہ مسولینی کی سکیموں میں۔ میں نے ہٹلر کی سکیموں کو بھی دیکھا ہے اور مسولینی کی سکیموں کو بھی لیکن ان کی سکیمیں تباہی کے سامان اپنے اندر رکھتی ہیں۔ مگر جو سکیم میں نے تمہیں بتائی ہے وہ نہ صرف تباہی کے سامانوں سے خالی ہے بلکہ ترقی کے انتہاء تک تمہیں پہنچانے والی ہے کیونکہ میں نے ان باتوں کو خدا تعالیٰ سے اور قرآن مجید کے احکام سے حاصل کیا۔ پھر میں نے اپنی سکیم کو مغربی اثر سے آزاد رکھنے کی کوشش کی ہے۔ مگر وہ اپنی سکیموں کو مغربی اثر سے آزاد نہیں کر سکے۔ اتنے بڑے فضل کے ہونے کے باوجود کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو آپ کے امام کے ذریعہ وہ باتیں بتائیں جو دنیا میں اور کسی جگہ حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اگر پھر بھی آپ لوگ قربانیاں نہ کریں تو یہ اتنی بڑی غفلت اور کوتاہی ہوگی جس پر نہ صرف آپ بلکہ آئندہ آنے والی نسلیں بھی افسوس

کریں گی۔

وہ مصائب جن میں سے سلسلہ گزر چکا یا گزر رہا ہے ایسے ہیں کہ زبان پر بھی نہیں لائے جا سکتے۔ وہی لوگ ان مصائب کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں جنہوں نے مجھ سے باتیں سنیں۔ لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر ہماری جماعت اس سکیم پر عمل کرے تو اس کا دوسرا قدم پہلے سے بہت زیادہ آگے بڑھے گا۔ میں نے شکایت کی ہے کہ آپ نے اس سکیم پر پوری طرح عمل نہیں کیا۔ لیکن باوجود اس کے جس قدر عمل آپ لوگوں نے کیا اس کا یہ نتیجہ ہے کہ شدید سے شدید دشمنوں کے مرکزوں میں بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ نے موجودہ حملہ سے پوری طرح اپنے آپ کو محفوظ کر لیا ہے۔

مجھے احرار کے ایک بہت بڑے لیڈر کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اُس نے اپنی ایک مجلس میں کہا۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ احرار نے قادیانیوں کا کیا مقابلہ کیا۔ آٹھ کروڑ مسلمان احرار کی پُشت پر تھے اور قادیانی بالکل تھوڑے تھے، مگر احرار کچھ نہ کر سکے۔ لیکن ہم کیا کریں اگر ہمارا مقابلہ آدمیوں سے ہوتا تو ہم انہیں شکست دے دیتے۔ ہمارا مقابلہ تو ایک غیر معمولی دماغ سے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے وہ تجویزیں بتائی ہیں کہ ان پر اگر عمل کیا جائے تو قلیل ترین جماعت کبھی بڑی سے بڑی جماعت سے بھی ہار نہیں کھا سکتی۔ پس اگر باوجود ان باتوں کے ہماری جماعت کے لوگ اس طرف توجہ نہ کریں تو اس کے صاف یہ معنی ہوں گے کہ یا تو وہ سلسلہ کو چھوڑنا چاہتے ہیں یا عقل و سمجھ سے بالکل کورے ہیں۔ مگر نہ تو میں یہ امید کرتا ہوں کہ لوگ اپنے دل میں یہ خیال کرتے ہوں کہ جب فساد بڑھا ہم سلسلہ کو چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے اور نہ میں یہ امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے نفع و نقصان کو سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ اور اگر وہ سمجھتے بھی ہیں اور منافق بھی نہیں تو میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر پہلے کسی نبی کے زمانہ میں قربانیوں کی ضرورت تھی، اگر پہلے کسی مامُور کے زمانہ میں اپنے مالوں، اپنی جانوں، اپنے وطنوں، اپنے آراموں اور اپنی آسائشوں کو قربان کر دینے کی ضرورت تھی تو آج بھی ان قربانیوں کی ضرورت ہے۔ اور اگر تم کوئی ایک مثال بھی ایسی پیش کر دو کہ کسی نبی اور مامور کی جماعت نے قربانیوں کے بغیر ترقی کی تو میں آج اپنی غلطی کا اقرار کرنے اور اپنی سکیم کو واپس لینے کیلئے تیار ہوں۔ لیکن اگر سب انبیاء کے وقت قربانیاں کرنی پڑیں اگر آدمؑ سے لے کر محمد ﷺ تک خواہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئے یا کم یا زیادہ، ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں

جس کی جماعت کو قربانیاں نہ کرنی پڑی ہوں تو پھر تمہیں ماننا پڑے گا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں ، وہی صحیح ہے۔ اور اگر بغیر قربانیوں کے ہم دنیا میں پھیل جائیں تو میں سمجھتا ہوں دشمن کا یہ حق ہو گا کہ وہ کہے مرزا صاحب سچے نہیں تھے کیونکہ وہ نبیوں کے منہاج پر نہیں آئے۔ پس جب تک دنیا ہمارے خون سے رنگین نہ ہو جائے ، جب تک زمین میں ہمارے جسموں کو کُچلا نہ جائے ، جب تک ہمیں خدا تعالیٰ کیلئے اپنے وطن نہ چھوڑنے پڑیں ، جب تک دنیا میں ہم اپنی جانی اور مالی اور وقتی قربانیوں سے ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا نہ کر دیں اور جب تک ہم وہ ساری قربانیاں نہ کریں جو محمد ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے کیں اُس وقت تک ہمیں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کے بغیر کامیابی حاصل ہو جائے گی وہ سلسلہ ماموریت کو سمجھتا ہی نہیں۔ یہ گھونٹ تمہیں ضرور پینا پڑے گا اگر سلسلہ میں رہو گے تو تمہیں زبردستی پینا پڑے گا۔ اور اگر سلسلہ سے نکل جاؤ گے تو پھر تم اس کے ذمہ وار نہیں۔ لیکن جس قسم کی نعمت تمہارے سامنے پیش کی گئی ہے اسے ردّ کرنا کسی ناسمجھ کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قربانیوں کو نعمت قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فرماتے ہیں۔

منہ از بہرِ ما کُرسی کہ ماموریم خدمت را [۱۰]

یعنی میرے اعزاز کیلئے کُرسی مت بچھاؤ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے دین کا خادم بنا کر بھیجا ہے۔ پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام دین کے خادم بن کر آئے ہیں تو ہم جو آپ کے خادم اور غلام ہیں ، ہمیں اپنے متعلق یہ امید رکھنا کہ ہم آرام سے بیٹھے رہیں اور کام بھی ہو جائے ، ایسی امید ہے جو سوائے پاگل کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ ہم نے خدا تعالیٰ کے ایک مامور کا زمانہ پایا ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم وہی قربانیاں کریں جو ماموروں کی جماعتیں دنیا میں کیا کرتی ہیں اور یاد رکھو نبیوں اور نبیوں کے زمانہ کے قریب کی جماعتوں کی خوشی اسی میں ہوتی ہے کہ وہ قربانی کریں اور بعد میں آنے والوں کی خوشی اس میں ہوتی ہے کہ انہیں روپیہ ملے۔ نبیوں کے زمانہ کے قریب کی جماعتیں اس بات پر خوش ہوتی ہیں کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں دیں اور بعد میں آنے والے لوگ اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ انہوں نے اپنی جانیں بچائیں۔ یہ ایک ایسا کُھلا فرق ہے جو ہر شخص کو نظر آ سکتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اِذَاجَاءَ نَصْرُاللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ

اَفْوَاجًا ۔[۱۱] تو رسول کریم ﷺ نے سمجھا اب میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ حالانکہ الہام یہ ہوتا ہے، خدا تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور فتح آ گئی لیکن بجائے اس کے کہ اس الہام کے نازل ہونے پر رسول کریم ﷺ یہ سمجھتے کہ انہیں خوشی کی خبر دی گئی ہے، آپ سمجھتے ہیں کہ یہ وفات کی خبر ہے۔ تو انبیاء اور انبیاء کے زمانہ کے قریب کی جماعتوں کی خوشی اسی میں ہوتی ہے کہ وہ قربانیاں کریں اور اللہ تعالیٰ کے قُرب میں بڑھتے چلے جائیں۔ جب تک یہ زمانہ رہتا ہے، جب تک قربانیوں کی توفیق ملتی رہتی ہے، اُس وقت تک برکت اور رحمت کا زمانہ رہتا ہے لیکن جب کامیابیاں آ جائیں، جب قربانیوں کا موقع جاتا رہے اور جب خدا تعالیٰ کا دین اکنافِ عالم میں پھیل جائے، اُس وقت ان برکات کو اُٹھا لیا جاتا ہے۔ اور بعد میں آنے والوں کی خوشی اسی میں رہ جاتی ہے کہ وہ دُنیوی ترقیات حاصل کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس مضمون کا ایک اور جگہ نہایت لطیف پیرایہ میں ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ [۱۲] فرماتا ہے ہم نے قرآن مجید لیلۃ القدر میں اُتارا ہے۔ یعنی قرآن مجید کے اُترنے کا زمانہ ایک رات کے مشابہ ہے۔ مگر وہ رات ایسی ہے کہ اس میں سب آئندہ ترقیات کے اندازے مقرر کئے جائیں گے۔ لوگ سمجھتے ہیں اس آیت کا صرف یہ مفہوم ہے کہ قرآن مجید پہلے دن لیلۃ القدر میں اُترا۔ لیکن اس میں کیا کمال ہے؟ لیلۃ القدر میں بہت سے لوگ نمازیں پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادتیں کرتے رہتے ہیں۔ پھر قرآن مجید کی کونسی یہ خصوصیت ہے کہ اسے لیلۃ القدر میں اُتارا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس لیلۃ القدر سے نبی کا زمانہ مراد ہے۔ وہ زمانہ جب قوم کو قربانیاں کرنی پڑتیں اور مصائب و مشکلات میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّـآ اَنْـزَلْـنٰـهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ہم نے قرآن مجید کو اس زمانہ میں نازل کیا جو ایک رات سے مشابہ تھا۔ مگر کونسی رات؟ وہ رات جس میں اُمتِ محمدیہ کی تمام ترقیات کا فیصلہ ہونا تھا، وہ رات جو اس قابل تھی کہ اس کی قدر کی جاتی کیونکہ جتنی لمبی یہ رات ہوگی اتنی زیادہ ترقی اُمت کو ملے گی۔ اس مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی لیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے

یعنی ہماری جماعت پر ایک طویل رات کا زمانہ گزر رہا ہے جبکہ دشمن ایک دن کے لُطف اُٹھا رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گویہ دعا کی ہے کہ سورج چڑھے۔

لیکن یہ ایک نسبتی امر ہے کیونکہ اس سورج کے چڑھنے سے آپ کے زمانہ کے مصائب کی رات کا دن میں بدلنا مراد ہے۔ تمام مصائب کا خاتمہ مراد نہیں جیسے رسول کریم ﷺ کو جب خدا تعالیٰ نے فتح و نصرت کی بشارت دے دی تو آپ کے زمانہ کی رات کا دن چڑھ گیا۔ لیکن صحابہؓ کیلئے دن نہیں چڑھا تھا بلکہ ان کیلئے پھر بھی رات قائم رہی اور آپ کے بعد انہیں اور مخالف طاقتوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ بہر حال یہ رات بڑی مبارک رات ہے اور جب یہ راتیں بالکل ختم ہو جائیں تو پھر ان راتوں کے بعد جو دن آتے ہیں وہ اس رات جیسے بابرکت نہیں ہوتے۔ اسلامی نقطہ نگاہ کے ماتحت یہ رات ہی بابرکت ہے کیونکہ اسی رات میں آئندہ کی تمام ترقیات پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اور قوم جتنی زیادہ اس رات میں قربانیاں کرتی ہے، اتنی ہی زیادہ ترقیات کو وہ دنیا کیلئے جمع کرتی اور نیکیوں کا ایک بھاری ذخیرہ خدا تعالیٰ کے پاس جمع کرتی ہے۔ پس ہر قربانی جو آپ لوگ کر رہے ہیں ایک ذخیرہ جمع کر رہے ہیں اپنی اُخروی نعمتوں اور ترقیات کا اور ذخیرہ جمع کر رہے ہیں اپنی اولاد کیلئے دنیوی نعمتوں اور ترقیات کا۔ پھر جتنی زیادہ یہ رات لمبی ہوگی، اسی قدر اگلا دن روشن ہوگا اور اسی قدر زیادہ آپ کو اُخروی نعمتیں اور آپ کی اولادوں کو دنیوی نعمتیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ مَا اَدْرٰکَ مَالَیْلَۃُ الْقَدْرِ [۱۳]۔ تجھے کیا پتہ کہ لیلۃ القدر کیا شان رکھتی ہے۔ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ [۱۴]۔ لیلۃ القدر تو ہزار مہینوں سے بھی اچھی ہے۔ اگر اس لیلۃ القدر سے رمضان والی لیلۃ القدر مراد ہو تو اس کے کوئی معنی ہی نہیں بنتے۔ کیونکہ ہزار مہینوں میں تراسی لیلۃ القدر آتی ہیں اور یہ کہنا کہ ایک لیلۃ القدر ۸۳ لیلۃ القدر سے اچھی ہے، بے معنی بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس لیلۃ القدر سے وہی رات مراد ہے جو اُس وقت آتی ہے جب کوئی نبی دنیا میں بھیجا جاتا ہے اور اس کے ماننے والوں کو قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ پھر خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ کہنے میں ایک اور حکمت بھی ہے اور وہ یہ کہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ احیائے اسلام کیلئے ایک مجدّد مبعوث کیا کرے گا۔ [۱۵] مجدّد کا زمانہ اگر اٹھارہ بیس سال بھی فرض کر لیا جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجدّد کا اٹھارہ بیس سال کا جو زمانہ ہوتا ہے وہ باقی تمام صدی سے بہتر ہوتا ہے اور چونکہ مجدّد کا زمانہ بھی قربانیوں کا زمانہ ہوتا ہے اس لئے جس طرح نبی کا زمانہ باقی تمام زمانوں سے بہتر ہوتا ہے، اسی طرح مجدّد کا زمانہ بھی باقی تمام صدی سے بہتر ہوتا ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ [۱۶] اس رات خدا تعالیٰ کے عام ملائکہ اور اس کا

کلام لانے والے فرشتے اُترتے ہیں۔ ملائکہ سے عام فرشتے مراد ہیں اور روح سے کلامِ الٰہی لانے والے فرشتے۔ بِـاِذْنِ رَبِّهِمْ خدا تعالیٰ کا حکم لے کر وہ اُترتے ہیں۔ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ [۱۷] اور کوئی ایسی روحانی نعمت نہیں جو اس رات میں نہ اُترتی ہو۔ دُنیوی لحاظ سے وہ بے شک مصیبتوں کا زمانہ ہوتا ہے لیکن دینی لحاظ سے اس رات سے بڑھ کر بابرکت رات اور کوئی نہیں ہوتی۔ سَلَامٌ هِيَ [۱۸] وہ رات سلامتی ہی سلامتی اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور جتنی زیادہ مشکلات آتی ہیں، اتنی ہی زیادہ برکات کا نزول ہوتا ہے۔ اور یہ سلسلۂ برکات اُس وقت تک جاری رہتا ہے۔ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ [۱۹] یہاں تک کہ فجر کا طلوع ہو جاتا ہے، مصائب و مشکلات کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے، قربانیوں کا دنیا کیلئے کوئی موقع باقی نہیں رہتا، آرام و آسائش کے دن آ جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کیلئے تکلیف اٹھانے والے ایام گزر جاتے ہیں۔ تب آسمان کی نعمتیں آسمان پر رہ جاتی ہیں اور زمین ان برکات سے حصہ نہیں لے سکتی۔ کس وضاحت سے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بتایا ہے کہ وہ مصائب و مشکلات جنہیں تم برداشت کرتے ہو اور وہ تکلیفیں جنہیں تم خدا تعالیٰ کیلئے سہتے ہو، وہی تمہاری ترقی کا ذریعہ ہیں۔ نہ صرف دینی لحاظ سے بلکہ دنیوی لحاظ سے بھی۔ ان تکلیفوں کے بدلے ایک وقت دنیا میں تمہاری اولادوں کیلئے دن چڑھ جائے گا اور وہ دُنیوی نعمتوں سے متمتع ہوں گے۔ لیکن آخرت تمہارے لئے ہی ہوگی کیونکہ تم وہ ہو جنہوں نے ایک مامور کا زمانہ پا کر اس کے پیغام کی اشاعت کیلئے اس بابرکت رات میں قربانیاں کیں جو سلامتی ہی سلامتی اپنے اندر رکھتی ہے۔

رسول کریم ﷺ بھی فرماتے ہیں۔ سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرا زمانہ پایا۔ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔ پھر وہ لوگ اچھے ہیں جنہوں نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ پھر وہ لوگ اچھے ہیں جنہوں نے تابعین کو دیکھا۔ لیکن اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا۔ [۲۰] اور روحانیت دنیا سے اُٹھ جائے گی۔ پس انبیاء علیہم السلام کے زمانہ سے لوگ جتنا جتنا دور ہوتے چلے جائیں اتنا ہی ان کے روحانی مدارج میں کمی آتی چلی جاتی ہے اور جتنا زیادہ وہ قریب ہوتے اور قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، اسی قدر زیادہ انہیں روحانی مدارج ملتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے زمانہ کے بعد بھی گو روحانی ترقی کا دروازہ کُھلا رہتا ہے مگر اس وقت صرف بعض افراد ان درجات کو حاصل کر سکتے ہیں۔ جیسے اُمت محمدیہ میں سید عبدالقادرؒ صاحب جیلانی، حضرت معین الدینؒ صاحب چشتی اور دوسرے اکابر گذرے

ہیں۔ لیکن انبیاء کے زمانہ میں قوم کی قوم روحانیت کا اعلیٰ مقام حاصل کر لیتی ہے۔ چنانچہ میرا عقیدہ یہی ہے کہ بعد میں آنے والے لوگ بھی ترقی کر سکتے۔ بلکہ بعض صحابہؓ سے بھی بڑھ سکتے ہیں اور ضروری نہیں کہ بعد میں آنے والے تمام بزرگ صحابہؓ سے کم درجہ رکھنے والے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اُمت محمدیہ میں ایسے کئی بزرگ ہوئے ہوں جو صحابہؓ سے افضل ہوں۔ بلکہ یقیناً اُمت محمدیہ میں ایسے بزرگ ہوئے ہیں جو کئی صحابہؓ سے افضل تھے۔ لیکن یہ درجہ حاصل کرنے والے بعض افراد ہی ہوتے ہیں۔ عام طور پر صحابی اور تابعی آئندہ زمانہ میں آنے والے عام لوگوں سے افضل ہوتے ہیں۔ اور بحیثیت جماعت نبی کے زمانہ کی جماعت کا اور کوئی جماعت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہاں بحیثیت افراد ممکن ہے بعض ایسے قابلیت رکھنے والے پیدا ہو جائیں جو پہلوں جیسا مقام حاصل کر لیں۔

پس آپ لوگ اِس وقت جس قدر قربانیاں کریں گے، اللہ تعالیٰ ان قربانیوں کو آپ کے کھاتے میں لکھتا چلا جائے گا اور جس قدر ان قربانیوں میں کمی کریں گے، اسی قدر آپ کے اخروی انعامات میں کمی آتی چلی جائے گی۔ اور یہ نہ سمجھیں کہ آپ کیلئے صرف اُخروی نعمتیں ہیں، دنیوی نعمتوں میں آپ کا حصہ نہیں کیونکہ آپ کے طفیل آپ کی اولادوں کو دُنیوی ترقی ملے گی اور اپنے انعامات کو آپ اللہ تعالیٰ کے پاس پائیں گے۔

پس یہ غلط ہے جو بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ترقی حاصل کرنے پر امن مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ جب صبح چڑھ گئی تو پھر سلامتی نہیں رہے گی۔ سلامتی اسی میں ہے کہ اس رات کی عظمت کو پہچانو اور وہ قربانیاں کرو جن کا اس وقت تم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے بھی فرمایا۔ میرے بعد پہلے خلافت ہوگی، پھر بادشاہت آ جائے گی جو تمہیں نقصان بھی پہنچائے گی۔[۲۱] پس جس زمانہ کو لوگ مصیبت کا زمانہ کہتے ہیں، ہمارا خدا اس کو سلامتی کا زمانہ کہتا ہے اور جس زمانہ کو لوگ ترقی کا زمانہ کہتے ہیں، ہمارا خدا اس کو سلامتی کے اُٹھ جانے کا زمانہ کہتا ہے۔ پس مت سمجھو کہ جن قربانیوں کا تم سے مطالبہ کیا جاتا ہے، یہ تمہارے لئے مصیبت کا موجب ہیں۔ انہیں مصیبت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھو۔ اور یقیناً یاد رکھو کہ جتنی قربانیاں آپ لوگ اس وقت کریں گے، وہ اخروی زندگی میں آپ کو فائدہ پہنچائیں گی۔ اور دنیوی زندگی میں آپ کی اولادوں کو فائدہ پہنچائیں گی۔ اور یہ قربانیاں آپ کی تباہی کا باعث نہیں بلکہ بہت بڑی ترقی کے سامان ہیں۔

اس کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری جماعت کے اخلاص میں برکت دے اور اسے قربانیوں میں ترقی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دوستوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ایام بہت بابرکت ہیں ایک طرف رمضان ہے دوسری طرف جلسہ سالانہ کے ایام ہیں پھر عید اس جلسہ کے بالکل قریب آ رہی ہے۔ ان ایام میں خصوصیت سے دعائیں کرو۔ میں بھی دعا کر رہا ہوں اور آپ کے گھر والوں کیلئے بھی دعا کر رہا ہوں۔ جو لوگ تحریکِ جدید میں حصہ لے رہے ہیں ان کیلئے اور جو تحریکِ جدید کے ماتحت یہاں طالب علم آئے ہوئے ہیں اور بورڈنگ میں داخل ہیں، ان کیلئے قریباً روزانہ دعا کرتا ہوں۔ بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے جو تکلیف ہے، اللہ تعالیٰ اسے بھی دور فرمائے۔ اور وہ دوست جو مختلف مصیبتوں یا بیماریوں میں مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے رہائی عطا کرے۔ میں بھی دعا کر رہا ہوں لیکن دوستوں کو بھی چاہئے کہ دعا کریں۔ یہ بہت بابرکت دن ہیں اور ان سے پوری طرح فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ مجھے تو شکایت پیدا نہیں ہوئی لیکن مجھے بتلایا گیا ہے کہ بعض دوسرے اجلاسوں میں جلسہ گاہ سے دوست اُٹھ کر باہر چلے جاتے رہے ہیں۔ اس عادت کو دور کرنا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ جلسہ سے پوری طرح فائدہ اُٹھایا جائے۔ کسی کو کیا معلوم کہ وہ اگلے سال تک زندہ بھی رہتا ہے یا نہیں۔ اس لئے ایسے موقعوں سے جو عرصہ کے بعد میسر آتے ہیں بہت فائدہ اُٹھانا چاہئے۔

(الفضل ۸، ۱۵ فروری ۱۲، ۱۴ مارچ ۱۹۳۶ء)

---

۱ بخاری کتاب الرقاق باب التواضع

۲ الحجرات: ۱۴

۳ بنوٹ: فنِ سپہ گری کی ایک قسم

۴ النصر: ۳

۵ بخاری کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ براءۃ باب قولہ الذین یلمزون المطوعین من المومنین......

۶ تذکرہ صفحہ ۵۰۔ ایڈیشن چہارم

۷ الوصیت صفحہ ۲۱ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۹

۸ اٰل عمران: ۱۰۴

۹ دِسَاوَرْ: (۱) غیر ملک یا غیر ممالک (۲) غیر ملک کی منڈی (۳) سوداگری کا مال جو

غیر ملک سے آئے (۴) وہ جگہ جہاں ہر ایک چیز فروخت کیلئے جمع کر دیں۔

۱۰ درثمین فارسی صفحہ۱۳۵۔نظارت اشاعت ربوہ

۱۱ النصر: ۲،۳ ۱۲ القدر: ۲ ۱۳ القدر: ۳

۱۴ القدر: ۴

۱۵ ابو داؤد کتاب الفتن والملاحم باب مایذکر فی قرن المائة

۱۶، ۱۷ القدر: ۵ ۱۸، ۱۹ القدر: ٦

۲۰ بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم باب فضائل اصحاب النبی......

۲۱ مسند احمد بن حنبل المجلد الرابع صفحہ۲۷۳۔المکتب الاسلامی بیروت